دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

18/2

ماہنامہ الحق

[illegible] دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور

اس شمارے میں

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ ——— ۳۰ روپے۔ فی پرچہ ۳ روپے

بیرون ملک بحری ڈاک ۳ پونڈ ——— ہوائی ڈاک ۵ پونڈ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

نقشِ آغاز

آئے دن کہیں نہ کہیں سے اصلاحِ معاشرہ کی آوازیں اٹھتی رہتی ہیں وفاقی کونسل (مجلس شوریٰ) کے پچھلے اجلاس میں بھی اصلاحِ معاشرہ کے سلسلہ میں مجوزہ اقدامات اور تجاویز اور رپورٹوں کا غلغلہ رہا۔

معاشرہ کی اصلاح، ترقی اور خوشحالی کیلئے کیا کچھ ہے، جو نہیں ہو رہا۔ ترقیاتی منصوبے اور طویل الذیل سکیمیں گوناگوں تحریکیں، طویل المیعاد پلاننگ اقتصادی اور مادی میدان میں مسلسل جد و جہد اور تگ و دو معاشرہ کی مادی ترقیات اور رفاہیت کے نام پر ہو رہا ہے۔ مگر معاشرہ ہے کہ اصلاح کی بجائے فساد میں ترقی کرتا جا رہا ہے، معاشرتی خرابیاں، خود غرضی، لالچ، رشوت، اقرباء پروری، بے حیائی، لذت اندوزی، مادہ پرستی اور جلبِ منفعت کی خاطر بڑے سے بڑے قومی اور اجتماعی حقوق کی پامالی اس فساد کی واضح علامت ہیں اور درحقیقت اجتماعی معاشرہ انفرادی اور شخصی زندگی سے الگ کوئی چیز نہیں پس اگر آپ کسی انسانی جسم پر پھوڑے پھنسیاں یا ظاہری فساد دیکھ کر اندرونی خرابی اور فاسد مواد کا تعین کر لیتے ہیں تو علاج کا صحیح اور دانشمندانہ طریقہ یہی ہوتا ہے کہ بیرونی مرہم پٹی اور عارضی اصلاح کی بجائے اندرونی مادہ فاسد کے ازالہ کی تدابیر اختیار کریں کہ جب تک جڑ سے خرابی کا ازالہ نہیں ہوگا جسم رستا اور سڑتا رہے گا۔ اور داخلی فساد اور خرابی رفتہ رفتہ سارے جسم کو ختم کر کے چھوڑے گی۔ عطائی اور ناتجربہ کار طبیب صرف وقتی تدابیر پر اکتفا کریں گے۔ مگر ہوشیار نبض شناس حاذق اطباء کی نظر خرابی کے اصل سرچشمہ کو پکڑ لیتی ہے۔ یہی حال ہمارے موجودہ معاشرہ کا ہے، جو نہ صرف فساد کی لپیٹ میں ہے، بلکہ اول تا آخر جسدِ ملی کو خرابیوں کا روگ کھوکھلا کرتا جا رہا ہے۔ معاشرہ کے کسی طبقہ اور زندگی کے کسی شعبہ میں دیکھیں آپ کو ایک عام بیماری نظر آئے گی۔ لوٹ کھسوٹ کا منظر ہے، ہوسِ زر میں جائز و ناجائز کی تمیز ختم ہے۔ مادہ پرستی پوری قوم کا شعار ہے۔ ذرا سی منفعتِ دنیوی کے لئے حیاء و شرم کی ساری حدود بالائے طاق رکھ کر ہر فرد اغراض اور ذاتی منافع کے درپے ہے، سمگلنگ، ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی تجار کا شعار ہے۔ رشوت ستانی، اقرباء پروری اور بددیانتی سرکاری حکام اور ہر سرکاری محکمے کا شیوہ ہے۔ ملازم اور مزدور صرف حقوق کا رونا روتے ہیں۔ فرائض کا احساس تو پوری قوم کو نہیں۔ ہر شخص دوسرے کو شک کی نگاہوں سے دیکھتا ہے جن کو دولت میسر ہے وہ عیش کوشی اور ہوس رانی کے چکر میں مبتلا ہے۔ جو غریب ہے وہ اپنے علاوہ ہر انسان کو بغض و عناد اور نفرت و حقارت کی نظروں سے دیکھتا ہے۔ غرض پورا معاشرہ احساس و شعور کی ہر خلش، ضمیر و ادراک کی ہر قید و بندش سے آزاد ہو کر ایک عام وبائی بیماری کی لپیٹ میں ہے اور جسم کے پھوڑے پھنسیاں حیرت انگیز طور پر بڑھنے والی داخلی خرابیوں کا اعلان کر رہی ہیں ـــــ مگر یہاں بھی اصلاح، تشخیص اور علاج کی وہی صورتیں اختیار کی جا رہی ہیں، جو بڑے بڑے جسم کے بارہ میں عطائی اور بے بہرہ ظاہر بین طبیبوں کا طریقہ ہے

اس طرح اندرونی مادہ کو کچھ مہلت کچھ سکون تو مل جاتا ہے جس طرح اسپرو سے ہوتا ہے ۔ مگر دوسرے وقت میں اندر ہی اندر سڑتا ہوا مادہ مزید شدت اور قوت سے ظاہر ہو کر پورے جسم کو ہلاک کر کے رکھ دیتا ہے ۔ اس بگاڑ اور بربادی کو دیکھ کر کچھ عطائی لوگوں نے طبقاتی تفاوت اور اقتصادی ناہمواری کو اس کا سبب قرار دیا کہ غریبی ہی تمام خرابیوں کی جڑ ہے ۔ ہر شخص کو بقدر ضرورت وافر دولت اور برابر کا حصہ مل جائے تو خرابی ختم ہو سکے گی ۔ اس کیلئے مساوات ، سوشلزم اور کیا کیا سہری نام تجویز کر کے نسخۂ شفا مرتب کیا گیا مگر جہاں دولت کی فراوانی تھی وہاں اخلاقی خرابیوں اور بربادیوں کا زیادہ دور دورہ دیکھا گیا ، جو جتنا غریب تھا دولت اور عہدہ و منصب کے لحاظ سے دوسرا اس سے جتنا اونچا تھا ، رشوت ستانی اور اخلاقی بددیانتیوں میں وہ اتنا ہی اس سے بڑھ کر نکلا ، سپاہی اور کلرک ایک روپیہ کا راشی تھا تو سینکڑوں پانے والے افسر اور حاکم سینکڑوں اور ہزاروں کے راشی ہوئے ۔ سو روپیہ پانے والے میں سو خرابیاں ہیں تو ہزاروں اور لاکھوں پانے والوں میں اتنی ہی تعداد میں اخلاقی بیماریاں ، سرمایہ دارانہ نظام کے علمبردار ممالک آج سب سے بڑھ کر بے حیائی ، فحاشی اور مادہ پرستی کی لپیٹ میں ہیں ۔ تو معلوم ہوا کہ غربت اور افلاس کا ازالہ بذاتِ خود کتنا اہم اور ضروری ہی کیوں نہ ہو معاشرہ کی اصلاح اور فساد کے ازالہ ، سوسائٹی کی خرابیوں کا علاج ہرگز نہیں اس دوا نے معاشرہ کے بعض افراد کو اور بگاڑ دیا تو پوری قوم کی اجتماعی زندگی اس سے کب شفایاب ہو سکتی ہے ۔ ؟

کچھ لوگوں نے معاشرہ کے علاج کی خاطر قانون کا سہارا لیا مگر قانون کا ڈنڈا جتنا بھی سخت ہوتا گیا اور حکومت و سلطنت کے شکنجہ میں معاشرہ جتنا بھی جکڑتا گیا اندرونی فاسد مادہ اتنا ہی شدت اور قوت سے دوسرے راستے نکالتا رہا ۔ امریکہ نے کچھ عرصہ قبل شراب پہ پابندی لگائی تو لوگوں نے سائیکل کے ٹیوب ٹائر سے خم خانوں اور پیمانوں کا کام لیا ، خفیہ بھٹیوں کی تعداد سینکڑوں سے ہزاروں تک پہنچ گئی اور قانون کا احترام اسی طرح خاک میں ملتا رہا ۔ اس لئے کہ بڑے سے قانون اور حکومت کے آہنی شکنجے سے اندرونی فاسد مادہ پہ پلاسٹر تو ہو سکتا ہے ۔ مگر پھوڑوں کے سڑتے ہوئے مواد کو ابلنے کا موقع مل جاتا ہے ۔ اور سماجی بگاڑ اندر ہی اندر نقطۂ عروج پہ پہنچ جاتا ہے ۔ آپ نے چوروں کو دیکھا ہوگا کہ برسوں کی قید اور سزاؤں کے بعد ان کا پہلا کام وہی ہوتا ہے جس کی پاداش میں وہ اب تک تکالیف شاقہ برداشت کر رہے تھے ۔ جوا باز مقامر کی عادت قانون کے ڈنڈے سے کبھی نہیں بدلی ، ایک عسگر کبھی حوالات کی وجہ سے عادتِ بد نہیں بدلتا ۔ اور ایک راشی یا اجرتی قاتل دو چار ہزار جرمانہ دیکر اپنا دلپسند طریقہ نہیں چھوڑتا ۔ الغرض اس شکنجے سے انسان ۔ اشرف المخلوقات ۔ محض ایک سرکش گھوڑے کی طرح تو ہو جاتا ہے کہ جب تک سزا اور عقوبت کی رسیوں میں جکڑا ہوا ہے ، قابو میں ہے ، ذرا سی باگ ڈھیلی ہوئی وہ شریر اور سرکش گھوڑا ہی رہا ۔ ہمارے ہاں بھی یہ انسانی طور طریقے تشخیص و علاج کے لئے استعمال ہو رہے ہیں ۔ مگر افسوس کہ اصل علاج سے پوری قوم غافل ہے ۔ اندرونی فساد کے ازالہ کے لئے تحریکیں چل رہی ہیں ، بے صفائی کا ہفتہ ہے ، ہفتۂ شجرکاری ہے ۔

وہ ٹی بی کے خلاف جہاد ہے یہ ریڈ کراس کے میلے ہیں۔ یہ ٹریفک کا ہفتہ منایا جارہا ہے۔ یہ سمگلنگ اور ملاوٹ کے خلاف تحریک گرم ہے، سب کچھ ہو رہا ہے مگر کسی شعبۂ حیات میں اچھائی کے آثار ظاہر نہیں ہوتے کہ علاج کی تشخیص ہی غلط ہے —— مگر مسلمانوں کی نگاہ میں جو سب سے بڑھ کر دانا و بصیر حکیم تھا جسکی حذاقت و مہارت اور فراست باطنی دوررسی اور حقیقت بینی کی تاریخ نے ہر دور میں شہادت دی یعنی حکیم و دانا نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام صادق و مصدوق نبی نے معاشرہ کی اصلاح کے لئے وہی طریقہ اختیار کیا جو عقل و تجربہ اور فہم و خرد کے مطابق تھا، یعنی فساد کی اندرونی خرابیوں کو پکڑا کہ جب تک انسانی معاشرہ میں اندر سے انقلاب پیدا نہیں ہوگا۔ دل کی حالت درست نہ ہوگی، ضمیر و احساس بیدار نہ ہوگا، اچھے اور بُرے کی تمیز پیدا نہ ہوگی، تقویٰ اور خشیت کی لہریں نہیں اٹھیں گی جسمِ انسانی کے پھوڑے پھنسی اور بدنما داغ نہ تو دولت سے زائل ہوں گے نہ غربت اس کا مداوا ہوگی نہ قانون سے اصلاح ہوسکے گی نہ حکومت کے ڈنڈے سے، یہ انقلاب دل کا انقلاب تھا۔ کہ باہر کا سب کچھ اس کا تابع ہے، وہ اصل ہے اور جسم اس کا سایہ، اور جب اصل قابو میں آجائیگا۔ تو سایہ خود بخود ہاتھ میں ہوگا۔ پھر نہ قانون کی ضرورت ہوگی نہ نظامِ حکومت کے آہنی شکنجوں کی کہ اذا صلحت صلح الجسد کلہٗ۔ جب دلوں کی دنیا بدل گئی تو منادی کی ایک پکار سے گھروں کے اندر لبوں تک آئے ہوئے شراب کے جام توڑ دئے گئے لبوں کے اندر مئے گلگوں کے گھونٹ حلق کے اس پار اٹک کر رہ گئے اور شراب کی وہ مٹی پلید ہوئی کہ مدینہ کی گلیاں اس سے بھر گئیں، سب جام و سبو باہر پھینک دئے گئے حجاب کی آیت سنی گئی تو جو بھی عفت مآب خاتون جہاں سے گذر رہی تھی وہیں سکڑ کر کسی آڑ میں بیٹھ گئی۔ اور جب تک لباس ساتر نہیں ملا وہاں سے قدم نہیں اٹھ سکے اگر رات کے سیاہ پردوں میں بھی انسانی کمزوری کیوجہ سے کوئی جرم سرزد ہوا تو جب تک اسکی حد (جو رجم اور سنگساری کیوں نہ ہوتی) اپنے اوپر جاری نہ کروائی لمحہ بھر چین نہ ملا وہ ماعزؓ جیسے رجال باصفا ہوتے یا غامدیہؓ جیسی خواتین قانتات جن کی احساس ندامت کسی پوری وادی کے لئے بخشش آفرین ہوسکتی، وہ عبد اللہ بن رواحہؓ جیسے سراپا دیانت حاکم اور افسر ہو جاتے، کہ ہزاروں لاکھوں کی رشوت کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیتے۔ غرض یہ اس امت کا آزمایا ہوا نسخہ ہے جسکی صداقت پر صدیاں گذر گئیں۔ آج پھر معاشرہ کے لئے اس نسخہ کی ضرورت ہے۔ مگر کیا اس پورے ملک میں اصلاح اخلاق تعمیرِ اخلاق، تہذیبِ نفس، تزکیۂ قلوب کی بھی کوئی تحریک اٹھی ہے کسی پارٹی نے اسے اپنا منشور بنایا ہے۔؟ کوئی ہفتہ اس کا منایا گیا ہے۔؟ کسی لیڈر کا یہ بھی اوڑھنا بچھونا بنا ہے۔؟ وہ قوم جو روٹی کپڑے اور مکان سے زیادہ تعمیرِ انسانیت، تہذیبِ نفس کی محتاج ہے، افسوس کہ کوئی حکیم اسے شعار بنا کر نہیں اٹھتا کہ دلوں کو بیدار کر دے، اسے خوفِ آخرت اور ایمان باللہ سے مالا مال کر دے، انسانی افکار کو محاسبۂ آخرت سے مربوط کر دے اور دنیا کے مقابلہ میں آخرت کی اہمیت انسانی اقدار کی قدر و قیمت اور ضمیر و شعور کی آگاہی اور بیداری کی ضرورت سے قوم کو آگاہ کر دے۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق

محترم جناب محمد سمیع اللہ صاحب۔ اسلام آباد

ملک حبشہ (ایتھوپیا) کے بے یار و مددگار مسلمان

(عالم اسلام کے لیے لمحۂ فکریہ)

ایتھوپیا (حبشہ) کا ملک براعظم افریقہ کے شمال مشرق میں واقع ہے۔ اس کا کل رقبہ ۴۹۲۰۰۰ مربع میل سے
رہ ہے۔ افریقہ کا دسواں سب سے بڑا ملک ہے (رقبے میں فرانس سے دگنے سے زیادہ) اس کے مشرق میں جبوتی اور صمالیہ
ب میں کینیا اور شمال مشرق میں سوڈان واقع ہے۔ کل آبادی تیس ملین (تین کروڑ) اور دارالحکومت عدلیس ابابا ہے۔

ایتھوپیا کی تقریباً نوے فی صد آبادی ابھی تک زمینوں پر کام کرتی ہے۔ ملک کے گرم علاقوں میں کافی گنا اور کپاس
معتدل آب و ہوا کے علاقوں میں مکئی۔ گندم۔ تمباکو۔ آلو اور تیل کے بیجوں کی کاشت کی جاتی ہے۔ صنعت و حرفت ابھی ترقی
ابتدائی مراحل میں ہے۔ بڑی برآمدات میں کافی۔ کمایا ہوا چمڑہ کھالیں اور زندہ جانور وغیرہ شامل ہیں۔ ذرائع نقل وحمل
ے معمولی۔ خصوصاً دارالحکومت کی سڑکیں بڑی توجہ کی محتاج ہیں۔ یہ نتیجہ غالباً ملک کی سوشلسٹ حکومت کا ہے جسے
ں ۱۹۷۴ء میں رواج دیا گیا۔ فی کس آمدنی قریباً ۱۱۰ امریکی ڈالر ہے۔

ایتھوپیا میں اگرچہ متعدد زبانیں بولی جاتی ہیں لیکن سرکاری زبان Amharic ہے۔ جو ایک
ی قبیلے امہارا کی مادری زبان ہے۔ یہ وہی قبیلہ ہے جس سے ایتھوپیا کے سابق بادشاہ ہیلی سلاسی تعلق رکھتے تھے
پیا میں بولی جانے والی دیگر زبانوں میں اور ہمو (جو کہ مسلمان اکثریتی قبیلہ کی زبان ہے) کے علاوہ انگریزی بھی شامل
ہو وسیع پیمانے پر استعمال ہوتی ہے۔ بہت سے علاقے میں عربی اور اطالوی زبانیں بھی بولی جاتی ہیں۔ اور اریٹریا کے
، والے بیشتر ٹگرینا استعمال کرتے ہیں۔

ہیلی سلاسی کے زمانے میں دنیا ایتھوپیا کو ایک عیسائی ملک کی حیثیت سے جانتی تھی لیکن اب اس پر لفٹیننٹ
ل مینجستو ہیلی مریم اور اس کی تنظیم "ڈیرگو" کا ظالمانہ اقتدار قائم ہے جس نے اسے کمیونسٹ کیمپ میں دھکیل دیا ہے
قیقت یہ ہے کہ اس ملک کے پسے ہوئے عوام کی اکثریت مسلمان ہے۔ مسلمان ایتھوپیا کی کل آبادی کا ۶۵ سے
۷۰ فیصد تک حصہ ہیں۔ لیکن حکومت اور عیسائی حلقے اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے۔ تاہم جنرل امان مباجلے فوسٹ

پچھتر میں آمر ڈی ویرگو نے، ہیلی سلاسی کو اقتدار سے محروم کرنے کے بعد اپنی پہلی بین الاقوامی کانفرنس میں اس امر کا اعتراف کیا کہ ایتھوپیا میں مسلمانوں کی آبادی ۵۵ فیصد سے زیادہ ہے۔ ایتھوپیا کے ایک وفد نے ۱۹۷۵ء میں اسلامی کانفرنس کے وزرائے خارجہ کی کانفرنس کی رکنیت حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن چونکہ وفد کانفرنس کے اجلاس جدہ میں دیر سے پہنچا تھا لہٰذا یہ موقع ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اس کے بعد ایتھوپیا کی حکومت نے اسلامی کانفرنس میں شمولیت کی کوئی سعی نہیں کی (حقیقت یہ ہے کہ اس کے بعد جنرل امان ایک فوجی انقلاب میں مارا گیا کیونکہ وہ اریٹریا کے بارے میں حقیقت پسندانہ پالیسی کا حامی تھا) اس کے بعد امریکہ کے رسالے ٹائم نے بھی یہ تسلیم کیا کہ ایتھوپیا میں مسلمانوں کی آبادی ساٹھ فی صد ہے اور وہ وہاں واضح اکثریت رکھتے ہیں۔ لیکن ایتھوپیا کے مسلمانوں کی یہ اکثریت وہاں کے رحم ناآشنا مارکسی نظام کے شکنجے میں پڑی کراہ رہی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ایتھوپیا میں مسلمانوں کو پہلے سے طے شدہ لیکن انتہائی خفیہ منصوبے کے تحت، مادی اور ثقافتی بیخ کنی کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ اور بڑے افسوس کی بات یہ ہے کہ دنیا کے مسلمان ممالک ایتھوپیا میں اپنے ان بے یار و مددگار بھائیوں کی مظلومی، بے بسی اور زبوں حالی کا تماشا دن رات اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور ٹس سے مس نہیں ہوتے۔

اریٹریا کا المیہ تاریخی نقطہ نظر سے اریٹریا ایک اسلامی ملک ہے جسے اپنے اسلامی تشخص کے باعث مغرب کے نوآبادیاتی نظام کا شکار ہونا پڑا۔ دوسری عالمی جنگ کے بعد یہ علاقہ اقوام متحدہ کا جس پر ان دنوں مغربی ممالک کا قبضہ تھا تولیتی علاقہ قرار پایا۔ ان دنوں اریٹریا کے لوگ یہ چاہتے تھے کہ انہیں اپنا حق خود اختیاری استعمال کرنے کا موقع دیا جائے جبکہ اقوام متحدہ کا مغربی گروپ اس مسلم سرزمین کو ایک حد تک خود مختارانہ اختیارات کے ساتھ ہیلی سلاسی کی نوآبادیاتی حکومت سے منسلک کرنا چاہتا تھا۔ تاکہ ایتھوپیا کو جو چاروں طرف سے خشکی سے گھرا ہوا ہے اریٹریا کو سمندری بندرگاہوں تک رسائی حاصل ہو جائے۔ لیکن اریٹریا والوں کے لئے اقوام متحدہ کی مجوزہ یہ خود مختاری محض ایک مذاق ثابت ہوئی۔ کیونکہ ایتھوپیا میں شامل ہو جانے کے بعد انہیں ذہنی غلام اور ان کے ملک کو شہنشاہ کی ذاتی جاگیر سمجھا جانے لگا۔ اور پھر ۱۹۶۲ء میں ہیلی سلاسی نے اقوام متحدہ کی قرارداد کو پس پشت ڈالتے ہوئے اعلان کر دیا کہ اریٹریا اس کی سلطنت کا ایک حصہ ہے۔ اور اس طرح اسے بالجبر ایتھوپیا کے ساتھ شامل کر لیا۔ افسوس ہے کہ مسلمانان اریٹریا کے حقوق کی اس شرمناک پامالی پر نہ صرف یہ کہ پوری دنیا اور اقوام متحدہ بلکہ مسلمان ممالک کی اکثریت بھی منہ میں گھنگنیاں ڈال کر بیٹھی رہی جس کے لئے اسے کسی صورت میں معذور نہیں سمجھا جا سکتا۔

اریٹریا کی حقیقی جدوجہد آزادی کا آغاز ۱۹۶۲ء سے ہوا جو اب تک بڑی بہادری اور صبر و تحمل کے ساتھ جاری ہے۔ مجاہدین آزادی نے اس امر کا پختہ عزم کر رکھا ہے کہ جب تک مکمل فتح حاصل نہیں ہو جاتی چین

کا سانس نہیں لیا جائے گا۔ بادشاہ ہیلی سلاسی کے زوال کے بعد ایتھوپیا نے امریکی سرپرستی سے منہ موڑ لیا ہے اور اب اس کی فوجی آمریت نے جسے "ڈیرگ" کہا جاتا ہے ملک کو پورے طور پر مارکسی طاقتوں کے کنٹرول میں دے دیا ہے۔

اریٹریا کے مسلم عوام بڑی بے جگری اور پامردی سے ایتھوپیا کی ظالمانہ فوجی تسلط کا مقابلہ کر رہے ہیں اس کا اندازہ اس حقیقت سے کیا جا سکتا ہے کہ اب تک ستر ہزار سے زائد افراد آزادی کی قربان گاہ پر اپنی قیمتی جانوں کا نذرانہ پیش کر چکے ہیں۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ بعض مسلم ممالک جو انہیں اخلاقی طور پر سہارا دینے کے ساتھ ساتھ مادی طور پر بھی ان کی مدد کرتے ہیں۔ لیکن ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ مادی وسائل و ذرائع کی کمی کے علاوہ ایک اور اہم عامل جو ایتھوپیا کی حکومت کو مجاہدین آزادی پر برتری بخشتا ہے وہ مسلمان رہنماؤں کا آپس کا اختلاف ہے جو تا حال موجود ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ ہمارے اریٹریا کے رہنے والے بھائی اس حقیقت کا احساس کریں کہ آخری فتح کا حصول متحدہ کوششوں اور اچھی طرح سوچ سمجھ کر پوری منصوبہ بندی کے ساتھ کئے گئے اقدام کے بغیر ممکن نہیں۔ اور وقت بڑی تیزی سے ان کے ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ اریٹریا کا مسئلہ اقوام متحدہ اور اسلامی کانفرنس میں اٹھایا جائے۔ کام جتنا جلد کیا جائے اتنا ہی بہتر ہوگا۔ ساتھ ہی ساتھ اریٹریا کے مسلم مجاہدین کو (جن کی تعداد تقریباً پچاس ہزار جنگجو جوان ہیں) ہر ممکن مادی مدد بھی دی جانی چاہئے تاکہ وہ اپنے ملک پر غاصبانہ قبضہ کرنے والوں کے خلاف اپنی مسلح جدوجہد قطعی نتائج حاصل ہونے تک جاری رکھ سکیں۔

اس سلسلہ میں نامناسب نہ ہوگا کہ یہاں صومالیہ کے المیے کا ذکر کر دیا جائے۔ گذشتہ صدی کے دوران جب یورپ کے طالع آزما اپنی جوع الارض کی تسکین کے لئے افریقہ پہنچے تو انہوں نے صومالیہ کی آزاد و خودمختار قوم کو اپنی نوآبادی بنا لیا۔ صومالیہ کے لوگ اوگیڈن نامی علاقے میں رہتے تھے ان کے علاقوں کو اس وقت کی غیر ملکی طاقتوں نے توڑ پھوڑ کر ایتھوپیا اور کینیا کے اندر شامل کر دیا۔

جس وقت ۱۹۶۰ء میں صومالیہ کا ٹکڑوں میں بٹا ہوا ملک آزاد ہوا تو اس وقت سے صومالی لوگ یہ امید رکھتے تھے کہ کبھی نہ کبھی وہ ایتھوپیا کے نوآبادیاتی تسلط سے آزاد ہو کر دوبارہ صومالیہ اپنی مادر وطن کے ساتھ شامل ہو جائیں گے۔ لیکن بھاڑے کے غیر ملکی ٹٹوؤں خصوصاً کیوبا کے سپاہیوں کی مدد سے اب ایتھوپیا کی فوجی آمریت نے صومالیہ کی سرحد کے قریب ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔ علاقہ اوگیڈن میں صومالی عوام کو انتہائی سفاکانہ قتل عام کا نشانہ بنانے کے ساتھ ساتھ خود صومالیہ کی سرحدوں کے اندر گھس کر اس کے دیہات پر ہوائی جہازوں کے ذریعے بمباری کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔

روس کے انسانی احساسات سے عاری حکمران اپنی بے پایاں فوجی طاقت کے نشے میں بدمست ہو کر اپنے جدید ترین اسلحہ کے ذریعہ افغانستان اور ایتھوپیا کے نہتے مسلمان عوام کی نسل کشی کی مہم میں مصروف ہیں۔ انہوں نے

دونوں ملکوں میں اپنے پٹھوؤں کو اقتدار کی کرسی پر بٹھا رکھا ہے۔ اور "کیمونسٹ لیڈروں کی حمایت" کے بہانے مسلم عوام کو انتہائی سفاکانہ "دہشت و بربریت کی حکمرانی" کا نشانہ بنا رکھا ہے۔ انیسویں صدی میں ایتھوپیا کے عیسائی اُمہارا بادشاہ مغربی ممالک سے اسلحہ یہ کہہ کر لیتے تھے کہ "اسلام کی بیخ کنی اور عیسائیت کی اشاعت" ہمارا مقصدِ زندگی ہے۔ لیکن اب وہاں کی فوجی جنتا جنگی ساز و سامان کے بڑے بڑے ذخائر عیسائیت کی اشاعت اور اسلام کی تباہی کے نام پر حاصل نہیں کرتی بلکہ اب ان کے حصول کا مقصد "کمیونزم کی تعمیر و ترقی" بتایا جاتا ہے۔ بہرحال دونوں دعوؤں کا آخری نتیجہ ایتھوپیا میں مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا منظر آنکھیں دیکھ رہی ہیں۔ لیکن کچھ کرنے کی سکت نہیں رکھتیں۔ اس سے زیادہ دردانگیز اور شرمناک بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ عربوں کے مالی وسائل و ذرائع بڑی خاموشی کے ساتھ "کیمونزم کی تعمیر کے نام پر" اسلام کی بیخ کنی اور مسلمانوں کی تباہی و بربادی کی ناپاک مہم میں زیرِ استعمال لائے جا رہے ہیں۔

مسلمانوں کی افسوسناک اور ناگفتہ بہ حالت قریباً بیس سال پہلے ایتھوپیا کے پڑھے لکھے مسلمانوں کی تنظیم "مسلم یوتھ لیگ آف ایتھوپیا" نے وہاں کے مسلمانوں کی زبوں حالی کے بارے میں ایک مصدقہ مضمون جاری کیا تھا جو اس وقت کے ماہنامے "اسلامک ریویو" لندن میں چھپا تھا۔ یہ مضمون وہاں کے مسلمانوں کو بنیادی انسانی حقوق سے محروم کرنے کی ایک دل شکن داستان تھی اس میں بتایا گیا تھا کہ کس طرح انہیں طاقت کے ذریعے عیسائیت اختیار کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ کس طرح مسلمانوں کے شہروں میں سرکاری طور پر گرجے تعمیر کئے جاتے ہیں۔ اور کس طرح مختلف حیلے بہانوں سے مسلمانوں کی جائیدادیں اور زرخیز زمینیں ہتھیائی جاتی ہیں۔ مسلمانوں کو تعلیمی اور معاشی مواقع اور سہولتوں سے محروم رکھا جاتا ہے۔ انہیں حکومت میں کوئی نمائندگی نہیں دی جاتی۔ ان کے مذہب، زبان اور ثقافتی روایات کو ختم کرنے اور انہیں گھاس کھودنے اور پانی کھینچنے والوں کی سطح پر پہنچانے کے لئے ان کے خلاف امتیازی پالیسیاں اور طور طریقے اختیار کئے جاتے ہیں۔

یہ مضمون جو زیرِ نظر سطور کے مصنف کی کوششوں سے بعض دیگر اسلامی رسائل میں بھی نقل کیا گیا ہے آنکھیں کھول دینے والا ہے۔ اور اس امر کا مستحق ہے کہ ہر وہ شخص اس کا مطالعہ کرے جو امتِ محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے مفاد کو عزیز رکھتا ہو کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائیوں کی بھلائی اور ان کے معاملات سے دلچسپی نہیں رکھتا وہ ہم میں سے نہیں۔ لہٰذا ہمیں ان مسلمانوں کے مستقبل کے بارے میں لاتعلقی اور بے پرواہی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے جو اسلام کی الگ تھلگ اور بیرونی چوکیوں میں رہتے ہیں۔ یہ دنیا کے ہر باشعور اور حساس مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایتھوپیا کی مغلوب اور پسی ہوئی مسلمان اکثریت کے مبنی بر انصاف موقف کی حمایت کرے۔ اگرچہ ایتھوپیا میں مسلمانوں کے حکمران بدل گئے ہیں

لیکن اس سے ان کی بدقسمتی اور افسوسناک حالات میں جن کا حوالہ مذکورہ بالا مضمون میں دیا گیا ہے کوئی نمایاں تبدیلی نہیں آئی۔ پہلے یہ تند خو اور سرپھرے پادریوں کے قدموں میں پڑے گراہ رہے تھے جنہوں نے ایتھوپیا کو ایک جنگجو عیسائی ریاست کی شکل میں تبدیل کر رکھا تھا اور اب وہ مارکسٹوں کے رحم وکرم پر ہیں جو ہر پہلو اور ہر اعتبار سے بنیادی طور پر عیسائی ہیں لیکن دکھانے کو لادینیت کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں۔

ایتھوپیا کے مسلمان جو ہیلی سلاسی کی اسلام دشمن پالیسیوں سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے انقلاب کے بعد فوجی حکومت کی حمایت میں مظاہرہ کیا لیکن ان کی غلط فہمی جلد ہی دور ہو گئی۔ کیونکہ حکومت نے ان کی حمایت کو اپنا اقتدار مضبوط کرنے کے لئے استعمال کیا۔ حکومت کی غیر منصفانہ پالیسیوں کے خلاف ہر احتجاج اور اس کی رائے سے ذرہ برابر اختلاف کو "ریڈ ٹیرر"[۵] کے ذریعے پوری سختی کے ساتھ کچل دیا گیا۔ حتیٰ کہ مساجد کے اندر پرامن مذہبی اجتماعات کی اجازت نہیں دی جاتی مبادا مسلمانوں میں اسلامی شعور پیدا ہو جائے اور وہ طاقت پکڑ لیں۔

---

۵ ٹائمز لندن کا خصوصی نامہ نگار ہینز ایوک ۲۲ مارچ ۱۹۷۶ء کی اشاعت میں رقم طراز ہے:۔

"ریڈ ٹیرر (خون آشام انقلابی گروہ) جنہیں ایتھوپیا کی حکومت نے کھلے بندوں اکسایا تھا جنونیوں کی طرح عدیس ابابا میں گشت کر رہے ہیں۔ جس رات میں اس ڈائری کا آغاز کر رہا ہوں اس رات تقریباً ایک سو افراد جن میں بچے بھی شامل ہیں موت کے گھاٹ اتار دیے جائیں گے۔ یہ عمل اسی طرح ہر روز رات کو دہرایا جاتا ہے۔ میں نے ایک دوست سے پوچھا کہ بڑی مسجد کے امام صاحب تو خیریت سے ہیں؟ اس نے نفی میں جواب دیتے ہوئے مجھے بتایا کہ چند دن پہلے قتل کرنے والے پانچ مشہور سرکاری دستوں میں سے ایک نے امام صاحب کے دروازے پر دستک دی اور ان کے چودہ سالہ لڑکے کو بلایا اور بغیر کوئی وجہ بتائے اسے اپنے ساتھ لے گئے۔ چار گھنٹے کے بعد جب انہوں نے اس کی لاش واپس کی تو تشدد کے باعث وہ بالکل مسخ ہو چکی تھی۔ آنکھیں باہر نکلی ہوئی تھیں اور جسم بجلی کے جھٹکوں سے جل چکا تھا۔

امام صاحب کو حکم دیا گیا کہ وہ بچے کی لاش وہیں پڑی رہنے دیں جہاں قاتل دستے نے اسے گلی میں عوام کے دیکھنے کے لئے ڈال دیا گیا تھا۔ چار گھنٹے کے بعد قاتل دستہ واپس آیا اور لاش اٹھا کر عوام کے کسی قبرستان میں لے گیا چند دن کے بعد ایک اور بیٹے کو لے گئے جو ابھی جیل میں زندہ ہے۔

دس دن پہلے شام کی نماز کے وقت ایسا ہی ایک قاتل دستہ ایک چھوٹی مسجد کے باہر آ کر رکا۔ یہ مسجد عدیس ابابا کے شمالی حصے میں واقع ہے۔ جب ایک ستر سال سے زائد عمر کے بوڑھے نے مسجد کا دروازہ کھولا اور قریب کھڑے ہوئے سپاہی سے پوچھا کہ کیا لوگ اپنے گھروں کو جا سکتے ہیں۔ کیونکہ نماز ختم ہو چکی ہے۔ تو اس سپاہی نے اس کے منہ پر ایک ضرب رسید کی اور اسے زمین پر گرا دیا۔ پھر اس سپاہی نے بے دریغ نمازیوں پر فائرنگ شروع کر دی جس سے کم از کم ۲۵ آدمی شہید ہو گئے۔

عدیس ابابا کی نئی مارکیٹ کے علاقے میں واقع ایک چھوٹی سی مسجد میں تقریباً ایک سو افراد مذہبی بات چیت سننے کے لئے جمع تھے کہ سپاہیوں نے مسجد کے اندر داخل ہو کر بلا تامل ان پر فائر کھول دیا۔ ۲۵ افراد موقع پر شہید ہو گئے اور اس سے کہیں زیادہ زخمی ہوئے۔ جامع مسجد کے امام صاحب کے دو بیٹے اس جھوٹے الزام کی بنا پر قتل کر دئے گئے کہ وہ حکومت کے مخالف ہیں۔ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد کمیونسٹ انقلاب کے بعد Red Terror کی تحریک میں قتل کی گئی۔ مقتولین کی لاشیں کئی کئی دن تک سڑکوں کے کنارے اور کھلے مقامات پر بکھری پڑی رہیں اور انہیں دفن کرنے کی اجازت نہ ملتی۔ یہ واقعات ۱۹۷۸ء سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن اب حکومت کو سیاسی استحکام (جو روس کے اسلحے اور مغربی طاقتوں کے سرمائے کے طفیل حاصل ہوا ہے۔ کیونکہ مغربی طاقتیں ایتھوپیا کی فوجی ہنٹا کو اقتصادی امداد کے ٹیکے لگا کر سہارا دے رہی ہیں جس کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ اہارا خاندان کے نوآبادیاتی نظام کو برقرار رکھا جائے) حاصل ہو جانے کے باعث حالات نسبتاً بہتر ہو گئے ہیں۔ چنانچہ اب

جب نمازی بالآخر مسجد سے باہر نکلے تو وہ اپنے ساتھ کچھ زخمیوں کو بھی لائے۔ لیکن ہسپتال والوں نے یہ کہہ کر انہیں لینے سے انکار کر دیا کہ یہ لوگ انارکسٹ (نراجیت پسند) اور رجعت پسند ہیں جو جاگیرداروں اور شہنشاہیت کی حمایت کر رہے ہیں۔ چنانچہ مزید دس افراد اپنے زخموں کے باعث انتقال کر گئے۔

بڑی مسجد کے امام صاحب کو بھی مارا گیا جس سے وہ زمین پر گر گئے۔ بظاہر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ہو۔ لیکن کچھ دیر کے بعد وہ ہوش میں آ گئے اور اٹھ بیٹھے۔ جب اس واقعے کا علم فوجی حکومت کو ہوا تو اس نے امام صاحب کو بلایا۔ اور افسوس کا اظہار کیا۔ انہیں کہا گیا "کیا یہ بات خوفناک نہیں کہ انارکسٹ تمہاری مسجد میں ہجوم کر کے آئے اور بے گناہ لوگوں کو ہلاک کر دیا۔

بوڑھے امام نے جواب دیا "ہمارے علاقے میں کوئی انارکسٹ نہیں ہے۔ یہ سب کچھ تم نے کیا ہے لیکن کیوں؟ مسجد میں صرف غریب اور سادہ لوگ تھے جو ہاتھوں میں قرآن لئے کھڑے تھے۔ ہم بارش اور رزق کے لئے اللہ سے دعا کر رہے تھے۔ اس کے باوجود تم نے ان میں سے پچاس آدمی قتل کر دئے۔ کیوں؟

اس کا انہیں کوئی جواب نہ ملا۔ تاہم انہیں گھر جانے کی اجازت دے دی گئی۔ لیکن اگلے دن خونی دستہ انہیں پھر بلا کر لے گئے اور اس وقت سے ان کے بارے میں کچھ پتہ نہیں کہ کہاں ہیں اور کہاں نہیں۔ جیلیں بھری ہوئی ہیں لوگوں کو بلا امتیاز پکڑا جاتا ہے۔ اور گولی مار دی جاتی ہے۔ سڑکوں پہ پڑا خون تیل کی طرح گاڑھا ہو گیا ہے جو ابھی تک وہاں موجود ہے"

کھلی خون ریزی کا سلسلہ بند کر دیا گیا ہے۔

اگرچہ سوشلسٹ فوجی جنتا نے دکھاوے کے لئے مسلمانوں کو کچھ رعائتیں دی ہیں جیسے دونوں عیدوں اور عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر تین دن کی چھٹی اور بعض مقامات پر مسجدیں تعمیر کرنے کی اجازت۔ لیکن اس کے دیگر اقدامات سے مسلمانوں کے مفادات پر شدید ضرب پڑی ہے۔ اور انہیں غیر معمولی نقصانات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ حکومت نے مسلمانوں کے لئے اقتصادی خوشحالی کے رہے سہے ذرائع بھی مسدود کر دئیے ہیں اور ان پر ایک ایسا مذہب دشمن نظام مسلط کر دیا ہے جو اسلام تو کیا کسی مذہب کو بھی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ مسلمان اپنا اسلامی تشخص ظاہر کرتے ہوئے اور اپنے ساتھی خصوصاً باہر سے آئے ہوئے مسلمان بھائیوں سے میل جول رکھتے ہوئے گھبراتے ہیں۔ ہیلا سلاسی کے دور میں مسلمان خاص خاص مواقع پر جیسے عید الفطر اور عید الاضحیٰ وغیرہ، اسلامی مطبوعات شائع کر لیا کرتے تھے جس کی اب انہیں اجازت نہیں۔ حتیٰ کہ قرآن مجید اور اسلامی کتابوں کی درآمد پر بھی سخت پابندی ہے۔ قرآن مجید کا امہری ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ اصل عربی متن چھاپنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اب پوری جدید تعلیم امہری اور انگریزی زبانوں میں دی جاتی ہے۔ اور عربی تدریس کی، مسلمانوں کے چند سکولوں میں بھی جو وہاں موجود ہیں۔ بڑے غیر محسوس طریقوں سے حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔

دوبارہ آباد کاری کے منصوبے اور خواندگی کی مہم | فوجی حکومت کے ان دونوں اقدامات کا مقصد مسلمان آبادی کو بیخ و بن سے اکھاڑنا۔ ان کی عددی اکثریت کو کم کرنا اور ان لوگوں پر امہاری زبان کو ٹھونسنا ہے جو اسے پسند نہیں کرتے۔ ''دوبارہ آباد کاری'' کے منصوبے جن کا اطلاق خصوصیت کے ساتھ مسلمان اکثریت والے علاقے پر کیا جا رہا ہے۔ تاکہ ان علاقوں کی مسلم آبادی کو اکھاڑا جائے۔ اور ان کی جگہ عیسائیوں کو آباد کیا جائے۔ ان منصوبوں کی وجہ سے بہت سے ایتھوپی مسلمان بھاگ کر سوڈان میں چلے گئے ہیں۔ کیونکہ انہیں ان کی زرخیز زمینوں سے نکال کر جنگلوں اور بنجر زمینوں پر بھیج دیا جاتا ہے۔ اور سرکاری فارموں پر کام کرنے کے لئے مجبور کیا جاتا ہے۔

ایتھوپیا کی فوجی جنتا (Junta) نے مسلمانوں کی سرزمین اورومیوں Oromo میں تیس لاکھ سے زائد عیسائی امہاراوں کو بسانے کا ایک خطرناک منصوبہ شروع کیا ہے اور اب تک قریباً دس لاکھ امہارا وہاں آباد کئے جا چکے ہیں۔ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کی اس سرزمین'' اورمیو'' میں عیسائی امہاراوں کی آباد کاری کے لئے سرمایہ بعض مسلم عرب ممالک کی جانب سے فراہم کیا جا رہا ہے۔ حالاں کہ کسی مسلمان ملک کی جانب سے ایتھوپیا کی فوجی جنتا کو امداد دینا ایتھوپیا میں امت مسلمہ کو تباہ کرنے میں

مدد دینا کے مترادف ہے۔

ایتھوپیا کے موجودہ نظام تعلیم کا بنیادی مقصد عوام کو مارکسزم کے ملحدانہ نظریے کا پیرو بنانا ہے۔ اس پروگرام کے تحت پچپن سال تک کی عمر کے تمام مردوں اور عورتوں سے یہ تقاضا کیا جاتا ہے کہ وہ ہفتے اور اتوار کے دن لازمی کلاسوں میں حاضر ہوں جہاں انہیں امہاری زبان اور ابتدائی ریاضی وغیرہ پڑھائی جاتی ہے۔ یہ نصاب سات سمسٹروں پر پھیلا ہوا ہے۔ جو چار مہینے کی مدت میں پورے ہوتے ہیں۔ ہر سمسٹر کے آخر میں امتحان لیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، ان کلاسوں سے غیر حاضر رہے یا امتحان میں نہ بیٹھے تو اسے کمیونز Communes کے ذریعے سزا دی جاتی ہے۔ خواندگی کی اس مہم کے ذریعے عوام کو سوشلزم کے تابع بنایا جا رہا ہے۔

اگرچہ تمام سکول قومیا لئے گئے ہیں لیکن عیسائیوں کو اجازت ہے کہ وہ اپنے سابق مشن سکولوں میں بائبل کی تعلیم دیں جبکہ یہ سہولت مسلمانوں کو حاصل نہیں کیونکہ پورے ملک مسلم سکولوں کی تعداد انتہائی تھوڑی ہے۔ ایتھوپیا میں عیسائیت کے تبلیغی مراکز کو بیرونی ممالک سے گراں قدر مدد بھی ملتی ہے۔ لیکن خوف کے مارے مسلمان جو خوش حال مسلم ممالک کی فوری امداد کے محتاج ہیں ہر قسم کی اعانت اور توجہ سے محروم ہیں۔ حتیٰ کہ خود ان کے اوقاف سے جو آمدنی ہوتی ہے اس پر بھی حکومت نے قبضہ کر لیا ہے۔

مساجد اور سکولوں کی ناگفتہ بہ حالت | عدیس ابابا کی مرکزی جامع مسجد (انوار مسجد مارکیٹو) کو اس کے گراؤنڈ فلور پر واقع دکانوں کے کرایے سے اچھی خاصی رقم حاصل ہوتی تھی۔ لیکن اب یہ رقم بھی اسے نہیں ملتی۔ مسجد کمیٹی کو اپنے سالانہ بجٹ کے لئے اس رقم کا بہت تھوڑا حصہ ملتا ہے۔ جس سے وہ بمشکل امام صاحب کی تنخواہ اور مسجد کی معمولی مرمت وغیرہ کے اخراجات پورے کرتی ہے۔ مسجد کے اس معمولی بجٹ میں کچھ اضافہ کی رقموں اور عطیات وغیرہ سے ہو جاتا ہے۔ مسجد کے قریب استنجا خانوں وغیرہ کی حالت جہاں ہر وقت نمازیوں کی آمد و رفت جاری رہتی ہے۔ افسوسناک حد تک خراب ہے۔ اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ مساجد کے قریب استنجا وغیرہ کے لئے معقول انتظامات کئے جائیں تاکہ نمازیوں کے جسم اور کپڑے گندگی سے محفوظ رہیں۔ جو موجودہ حالات میں ممکن نہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ حکومت لیبیا ایتھوپیا کو مساجد کی مرمت اور تجدید کے لئے کچھ رقم دینا چاہتی تھی لیکن حکومت ایتھوپیا کی سرد مہری اور ٹال مٹول والے رویے کے باعث اس تجویز پر ابھی تک عمل نہیں ہو سکا۔ ہماری رائے میں مناسب یہ ہے کہ تمام مسلمان ممالک متحد ہو کر اسلامی سیکریٹریٹ جدہ کے ذریعے اس مسئلے کو اٹھائیں تاکہ ایتھوپیا کے مسلمان اپنا اسلامی تشخص برقرار رکھنے کے لئے معقول مقدار میں مالی امداد حاصل کر سکیں۔

نئی مساجد تعمیر کرنے کا تو کیا ذکر، ایتھوپیا کے مسلمان اتنے وسائل بھی نہیں رکھتے کہ اپنی پرانی شکستہ مساجد ہی کی مرمت کر سکیں۔ عدلیس ابابا کی بعض چھوٹی پرانی مساجد شکستگی کے باعث لرزتی ہیں۔ ان کی ایسی ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ کہ اللہ کے گھر کی یہ درگت! کوئی نہیں جو ان کی کبھی کبھی مرمت ہی کرا دے۔ نہ وہاں استنجا کے لئے کوئی جگہ ہے نہ وضو کرنے کا انتظام۔ کئی مساجد میں قرآن مجید کی تعلیم کے لئے مکاتب تو ہیں لیکن ان کی جگہ اتنی تھوڑی ہے کہ بچے وہاں جانوروں کی طرح ٹھس ٹھسا کر بیٹھنے پر مجبور ہیں۔ اس کے علاوہ وہاں روشنی، ہوا کی آمد و رفت اور طلبہ کے لئے چٹائیوں کا بھی کوئی انتظام نہیں۔ ایسے ماحول میں وہاں تعلیم اور درس و تدریس کا معیار کیا ہوگا۔ اس کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں۔

ایتھوپیا کے پورے ملک میں مسلم سکولوں کی تعداد صرف چھ ہے۔ جن میں سے تین عدلیس ابابا میں اور ایک ایک ہرار، والو اور اسامو میں واقع ہے۔ ان سکولوں میں وزارت تعلیم کے منظور شدہ نصاب کے ساتھ ساتھ قرآن مجید، چالیس احادیث اور ابتدائی فقہ کے علاوہ عربی زبان کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ اسلامی مضامین جیسے ریاضی، تاریخ اور سائنس وغیرہ کی تعلیم امہری زبان میں دی جاتی ہے۔ ان سکولوں میں اسلامی تعلیم کا معیار بہت پست ہے۔ علاوہ ازیں یہ پانچ یا چھ جونیر سکنڈری مسلم سکول پورے ملک کے مذہبی اور تعلیمی تقاضے پورے نہیں کر سکتے۔ ان سکولوں کے تعلیم یافتہ طلبہ اتنی اہلیت نہیں رکھتے کہ مساجد میں امامت یا خطابت کے فرائض ادا کر سکیں در حقیقت ان اداروں کو مدرسے یا سکول کہنا ہی غلط ہے۔ ان نام نہاد مسلم سکولوں میں قرآن مجید، حدیث اور فقہ کی تعلیم، اضافی مضامین کی حیثیت سے ہفتے میں بس ایک دفعہ یا دو دفعہ دی جاتی ہے۔

ایتھوپیا کے داخلی حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے مناسب یہ ہوگا کہ ایک اسلامی کالج یا یونیورسٹی پڑوسی ملک جبوتی میں قائم کی جائے۔ جہاں ایتھوپیا کے پانچ ہزار مسلمان باشندے جلاوطنی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اس کالج میں ان کو اس طرح تربیت دی جائے کہ یہاں سے یہ محقق اور مبلغ بن کر نکلیں۔ تاکہ آخر کار جب کبھی حالات سازگار ہوں اور یہ لوگ اپنے ملک کو لوٹیں تو وہاں صحیح معنوں میں دین کی خدمت کر سکیں۔

ایتھوپیا میں حالات کی اصلاح و درستی کے لئے اس امر کی شدید اور فوری ضرورت ہے کہ وہاں غیر ممالک سے اساتذہ اور علماء بھیجے جائیں۔ لیکن افسوس ہے کہ وہاں کی حکومت اپنے ملک میں نہ اسلامی سرگرمیوں کی اجازت دیتی ہے نہ کسی قسم کی انجمن سازی کی اور نہ وہاں کے مسلمان طلبہ ہی کو یہ اجازت دیتی ہے کہ وہ غیر ممالک میں جا کر اعلیٰ دینی تعلیم حاصل کریں۔ صرف چند طلبہ ایسے ہیں جو عمرہ یا حج کے بہانے ملک سے نکلے اور سعودی عرب میں جا کر وہاں کسی اسلامی ادارے میں داخلہ لے لیا۔ لیبیا، سوڈان اور یمن جیسے عرب ملک جو ایتھوپیا سے دوستانہ تعلقات رکھتے ہیں انہیں چاہیئے کہ وہاں کی حکومت پر اپنا اثر و رسوخ استعمال

کریں کہ وہ مسلمانوں کو کم از کم اتنی اجازت ضرور دے کہ وہ اپنے دینی قوانین اور معمولات بغیر کسی خوف اور رکاوٹ کے بجالا سکیں۔

حج پالیسی | ایتھوپیا کے کل چودہ صوبوں میں سے مسلمان بارہ صوبوں میں اکثریت رکھتے ہیں اور صرف دو صوبے یعنی گندار اور گوجام ایسے ہیں جہاں عیسائی اپنی اکثریت کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ دو کروڑ مسلمانوں کی اکثریتی آبادی رکھنے والے اس ملک میں زیادہ سے زیادہ تعداد پانچ سو سے کر چند سو تک ہے[۱] ایتھوپیا کی موجودہ انقلابی حکومت نے اپنے ابتدائی ایام میں مسلمانوں کو نئی مساجد تعمیر کرنے کی اجازت دی تو اس کے نتیجے میں قریباً ستر مساجد تعمیر ہوئیں۔ لیکن اب یہ اجازت واپس لے لی گئی ہے۔ ایتھوپیا سے ہر سال قریباً ایک سو افراد حج کے لئے آتے ہیں لیکن انہیں کسی قسم کا کوئی غیر ملکی زرمبادلہ فراہم نہیں کیا جاتا۔ وہ اپنے ساتھ گھی، شہد، مسالے اور ہاتھ کی بنی ہوئی چیزیں لاتے ہیں اور انہیں سعودی عرب میں فروخت کر کے اپنا خرچ نکالتے ہیں۔ حج کے لئے دی گئی درخواستوں پر کارروائی کابلے (کمیون) کی ذمہ داری ہے۔ اگر وہ کلیرنس نہ دے تو درخواست بھی فائل کر لی جاتی ہے۔ جو شخص حج کے لئے جانا چاہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کے پاس غیر ممالک سے کسی دوست یا رشتہ دار کا بھیجا ہوا ایک سو پچاس امریکی ڈالر کا چیک ہو کیونکہ حکومت حج کے لئے کوئی زرمبادلہ منظور نہیں کرتی۔

خوراک کا راشن | روزانہ استعمال کی اکثر اشیاء جیسے گندم کا آٹا، چینی، چنے، چائے، ٹیشو پیپر، سٹیشنری کا سامان اور پٹرول وغیرہ راشن سے ملتی ہیں۔ چنانچہ روٹی لینے کے لئے دکان کے سامنے قطار لگانی پڑتی ہے ہر پانچ سو آدمیوں کے لئے ایک کابلے (کمیون) ہے جو ہر کنبے کے افراد کی تعداد، عمروں، پیشوں، گھریلو ملازموں کی تعداد اور ٹیلیفون نمبروں وغیرہ کا ریکارڈ رکھتا ہے۔ تمام بڑے بڑے کاروبار قومیا لئے گئے ہیں۔ اور ملک کی تمام زمین کو "سرکاری جائیداد" قرار دے دیا گیا ہے۔ کسان کو اپریٹیو اداروں کے تحت، کام کرتے ہیں۔ اور پیداوار میں سے ایک خاص شرح سے اپنا حصہ وصول کرتے ہیں۔ طلبہ کو مارکسزم، لینن ازم اور اشتراکیت کا فلسفہ جبری طور پر پڑھایا جاتا ہے۔ ہفتے میں کم از کم ایک دن انہیں بعد دوپہر کھیلوں کی میٹنگ میں حاضر ہونا پڑتا ہے۔

---

[۱] عدیس ابابا میں چار جامع مساجد اور آٹھ چھوٹی چھوٹی مسجدیں ہیں۔ جمعہ کے اجتماع میں مرکزی مسجد نمازیوں سے بھر جاتی ہے۔ اور لوگوں کو سڑک پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنی پڑتی ہے۔ مسلمانوں کی جانب سے بار بار مطالبہ کے باوجود حکومت نے اب تک مسجد میں کسی قسم کی توسیع کی اجازت نہیں دی۔ دیگر مساجد کی صورت حال بھی اس سے مختلف نہیں۔

ملازمتوں میں مسلمانوں کی عدم نمائندگی شہری علاقوں میں رہنے والے اکثر مسلمان مزدور پیشہ اور چھوٹے چھوٹے تاجر ہیں جب کہ دیہات میں رہنے والے کسان ہیں۔ یا خانہ بدوش جو مویشی پالتے ہیں بعض مسلمان تاجروں کی صف میں شامل تھے۔ لیکن اب حکومت کی سوشلسٹ پالیسیوں کے باعث ان کا کاروبار تباہ ہو کر رہ گیا ہے۔ سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کی تعداد بمشکل پانچ فی صد ہو گی۔ اور وہ بھی (بعض قابلِ ذکر لوگوں کو مستثنیٰ کرتے ہوئے) صرف نچلی سطح پر۔ ہیلی سلاسی کے دور میں کوئی مسلمان شہری اہل کار پرائمری سکول ہیڈ ماسٹر سے اوپر کا درجہ نہ رکھتا تھا۔ ایتھوپیا کی فوجی جنتا جو ہر درجے کے ایک سو بیس سپاہیوں پر مشتمل ہے۔ اس میں کوئی بھی مسلمان سپاہی نہیں۔ افسوس ہے کہ موجودہ حکومت بھی کسی طرح یہ نہیں چاہتی کہ تمام مذاہب اور تمام لوگوں میں مساوات قائم ہو۔

الغرض ایتھوپیا میں مسلمان اپنی اکثریت کے باوجود، ملکی نظم و نسق کی ہر سطح پر اقتدار سے پہلے بھی محروم تھے اور آج بھی محروم ہیں۔ اگر وہاں کا سیاسی نظام انصاف کے اصولوں پر مبنی ہوتا تو شہری اور فوجی ملازمتوں میں مسلمانوں کا جائز حصہ کم از کم ساٹھ فیصد سے زائد بنتا۔ ایتھوپیا میں بڑے عہدے صرف ایسے مسلمانوں کو ملتے ہیں جو عیسائیت کے حق میں اسلام سے دستبردار ہونے کے لئے تیار ہوں۔ یہ افسوسناک صورت حال شاہ ہیلا سلاسی کے دور سے اب تک چلی آ رہی ہے۔

عالم اسلام کی بے حسی ایتھوپیا کے مسلمان جن کی تعداد بہرحال زیادہ نہیں۔ اس حقیقت کو بڑی شدت اور افسوس کے ساتھ محسوس کرتے ہیں کہ ان کے بارے میں عالم اسلام کا رویہ انتہائی بے حسی اور بے توجہی کا غماز ہے۔ انہیں شکایت ہے کہ اگرچہ عدیس ابابا میں متعدد مسلمان ممالک کے سفارت خانے موجود ہیں لیکن ایتھوپیا کے مسلمانوں کی ناگفتہ بہ حالت، مسائل و مشکلات اور ضروریات سے کسی کو کوئی دلچسپی نہیں۔ ماضی میں وہاں مسلمانوں کے علاقے خشک سالی اور قحط سے شدت کے ساتھ متاثر ہوتے مگر عالم اسلام کی جانب سے کسی قسم کی کوئی امداد موصول نہیں ہوئی۔ ایتھوپیا میں مساجد کی تعمیر کے لئے خطیر رقم کی ضرورت ہے مگر اس سلسلے میں ابھی تک انہیں کوئی امداد نہیں ملی۔ اور وہ خود انتہائی غربت و افلاس کے شکار ہونے کے باعث اپنے خرچ پر تعمیر مساجد جیسا عظیم فریضہ بجا لانے سے قاصر ہیں۔ مسلمانوں کی بین الاقوامی تنظیموں جیسے رابطہ عالم اسلامی مکہ۔ دارالافتاء ریاض۔ ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ ریاض۔ اسلامی جمعیت طلبہ کویت۔ مؤتمر عالم اسلامی کراچی۔ اور تمام اسلامی ممالک کی وزارت ہائے اوقاف و امور مذہبی کو مسلمانان ایتھوپیا سے عملی دلچسپی لینی چاہیئے۔ اور انہیں مساجد اور سکول وغیرہ تعمیر کرنے کے لئے ضروری مالی وسائل فراہم کرنے سے ہرگز دریغ نہ کرنا چاہیئے۔ اس کے علاوہ انہیں ہزاروں کی تعداد میں قرآن مجید کے نسخوں، انگریزی اور

عربی زبان میں لکھی ہوئی اسلامی کتابوں یا چھوٹے چھوٹے کتابچوں اور وظائف کی بھی ضرورت ہے۔ تاکہ وہ مختلف مسلم ممالک کی یونیورسٹیوں میں جاکر دینی اور دنیاوی علوم حاصل کر سکیں۔ ایتھوپیا کے مسلمانوں کو یہ بھی شکایت ہے کہ ہر سال ہزاروں عرب مسلمان سیاحت کے لئے ایتھوپیا آتے ہیں لیکن ان میں سے کوئی اسلام کی ترقی یا مسلمانوں کی فلاح و بہبود پر ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کرتا۔ اس سے وہاں اسلام کے بارے میں لوگوں کے تصورات کو شدید نقصان پہنچا ہے کیونکہ وہاں کے غیر مسلم باشندے عرب سیاحوں کے برے طرز عمل کو اسلامی تعلیمات کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔

اسلام سے ناواقفیت اور اسے دور کرنے کا طریقہ | اگرچہ ایتھوپیا کی کل آبادی میں مسلمانوں کی تعداد ۶۵ سے ۷۰ فی صد تک ہے لیکن ۱۰ فیصد لوگ ایسے نکلیں گے جو اسلام کے بارے میں واقفیت رکھتے ہوں باقی لوگ بھی نام کے روایتی مسلمان ہیں۔ مولود شریف اور دوسری تقریبات کے بعد نیند اور تھکاوٹ سے بچنے کے لئے سونگھی یا شاد کا استعمال بڑی عمومیت سے کیا جاتا ہے۔ شاد ایک نشہ آور شے ہے جسے تمباکو کی طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ علماء کو چاہئے کہ وہ عوام کو اس مضر اثرات سے آگاہ کریں تاکہ وہ اس غیر اسلامی عادت کو ترک کردیں۔ اگر پاکستان، بنگلہ دیش، بھارت، کینیا، انگلستان اور دنیا کے دوسرے حصوں کی تبلیغی جماعتیں تواتر کے ساتھ ایتھوپیا کا دورہ کرتی رہیں تو اس سے اسلام کی بڑی خدمت ہوگی کیونکہ اس طریقے سے دور دراز علاقوں کے رہنے والے مسلمانوں کو اسلام کی تعلیم دی جا سکے گی۔

ایتھوپیا کے مسلمان انگلستان کی اس تبلیغی جماعت کے راہنمایانہ کام کو بڑے جذبہ اور شکر گذاری کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ جس نے چند سال قبل سب سے پہلے ان کے ملک کا دورہ کیا تھا۔ لیکن اس کے بعد وہاں کی سیاسی صورت حال کے پیش نظر یہ ممکن نہ ہوسکا کہ مزید کوئی تبلیغی جماعت جاتی۔ اگرچہ وہاں ایسی تبلیغی جماعتوں کے بحیثیت سیاح داخلے پر کوئی پابندی نہیں۔ لیکن جو لوگ ان جماعتوں میں شامل ہیں انہیں اتنا حوصلہ مند اور جفاکش ہونا چاہیئے۔ کہ وہ ناسازگار ماحول میں کام کرسکیں۔ انہیں اپنے فرائض احتیاط کے ساتھ پورے کرنے ہوں گے۔ کیونکہ ایتھوپیا میں حکام کی جانب سے کسی وسیع پیمانے پر مذہبی سرگرمیوں کی اجازت نہیں۔

ایتھوپیا میں لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا ایک چیلنج ہے اس سلسلے میں ہمیں کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ہوسکتا ہے کچھ لوگوں کو تشدد کا نشانہ بنایا جائے۔ اور کچھ کو اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑیں لیکن دین حق کی اشاعت و تبلیغ کے لئے ہمیں ان تمام مشکلات اور آزمائشوں کا مقابلہ کرنا ہوگا کیونکہ اس کے بغیر یہ فریضہ بحسن وخوبی انجام نہیں دیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے :-

"اور البتہ ہم آزمائیں گے تم کو تھوڑے سے ڈر اور بھوک سے اور نقصان سے مالوں کے اور جانوں کے اور میووں کے اور خوشخبری دے ان صبر کرنے والوں کو کہ جب پہنچے ان کو کچھ مصیبت تو کہیں ہم تو اللہ ہی کے مال ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں پر عنایتیں ہیں اپنے رب کی اور مہربانی اور وہی ہیں سیدھی راہ پر" (سورہ بقرہ ۱۵۵ تا ۱۵۷)

اگر ایتھوپیا کے مسلمانوں کو اسلامی خطوط پر تعلیم و تربیت دی جائے تو اس ملک کے اسلامی ریاست کی شکل اختیار کرنے کے بڑے امکانات موجود ہیں کیونکہ ملک کی اکثریت مسلمان ہے۔ اور دین سے عقیدت رکھتی ہے جو کسی ملک کے اسلامی ریاست بننے کے لئے ممد و معاون ثابت ہو سکتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ محنت، جذبہ، ایثار اور منصوبہ بندی سے کام کیا جائے اور عالم اسلام کی جانب سے وہاں کے مسلمانوں کو ہر طرح کی امداد دی جائے۔ تاکہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر ملکی معاملات میں اپنا وہ جائز مقام حاصل کر سکیں جس سے وہ اغیار کی چیرہ دستیوں کے باعث ایک عرصے سے محروم چلے آرہے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتے ہیں:۔

"اے ایمان والو رکوع کرو اور سجدہ کرو اور بندگی کرو اپنے رب کی اور بھلائی کرو تاکہ تمہارا بھلا ہو اور محنت کرو اللہ کے واسطے جیسے کہ چاہیئے اس کے واسطے محنت۔ اس نے تم کو پسند کیا اور نہیں رکھی تم پر دین میں کچھ مشکل۔ دین تمہارے باپ ابراہیم کا اسی نے نام رکھا تمہارا مسلمان پہلے سے اور اس قرآن میں تاکہ رسول ہو بتانے والا تم پر اور تم ہو بتانے والے لوگوں پر۔ سو قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور مضبوط پکڑو اللہ کو وہ تمہارا مالک ہے سو خوب مالک ہے اور خوب مددگار" (۲۲ : ۷۷، ۷۸)

(یہ رپورٹ محمد سمیع اللہ نے اپنے ان مشاہدات، مطالعات اور محسوسات و ادراکات کی بنیاد پر مرتب کی ہے جو انہیں اپنے دورہ حبشہ (ایتھوپیا) ذیقعدہ ۱۴۰۲ھ مطابق ستمبر ۱۹۸۲ء کے دوران میں حاصل ہوئے۔)

انقلاب ایران اور ایران کی سُنّی اقلیت

بعض حقائق

* ۱- انٹرویو- شیخ محمد بن صالح ضیائی- ایرانی
* ۲- انٹرویونگار- ہفت روزہ المجتمع کویت
* ۳ ——— ترجمہ :- آفتاب عالم
* ۴ ——— بشکریہ :- تعمیر حیات لکھنؤ

ایران کے ایک سُنّی عالم کے ساتھ لیا گیا یہ انٹرویو ہم کویت کے ہفت روزہ "المجتمع" سے نقل کر رہے ہیں پیش نظر انٹرویو میں جنوبی ایران میں بسنے والے سنّی عربوں کے شاہنشاہی عہد اور انقلابی ایران کے زمانہ کے حالات وکیفیات کی نقاب کشائی کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ یہ انٹرویو شیخ محمد بن صالح ضیائی سے لیا گیا ہے جن کا شمار ایران کے ممتاز سنّی علماء میں ہے۔ موصوف شیخ بن باز کے ایک سعادت مند شاگرد، شہر "بندر عباس" کی جامع مسجد کے خطیب، اور تیرہ سال سے ایک معہد میں عربی اور اسلامی علوم کے استاذ ہیں۔ ابتدائی دینی تعلیم کے حصول کے لئے سب سے پہلے شہر "عوض" کے ایک سنّی دینی مدرسہ میں "احمد فقہی" کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ پھر دینی تعلیم کی تکمیل کے لئے ۱۹۶۰ء میں مدینہ منورہ چلے گئے اور ۱۹۶۳ء میں جامعہ اسلامیہ کا افتتاح ہوا۔ تو انہوں نے جامعہ اسلامیہ میں داخلہ لیا ۱۹۷۰ء میں فراغت حاصل کی۔ اور اس کے بعد ہی سے ایران میں سنّی مسلمانوں کی خدمت میں لگ گئے۔

یہ گفتگو جنوبی ایران کے ایک شہر "عوض" میں ایک نہایت سادہ سی عمارت میں ہوئی جنوبی ایران میں بسنے والے سنّی مسلمان دراصل عرب ہیں۔ بلوچی سنّیوں کا قیام پاکستان کی سرحد پر بلوچستان کے علاقہ میں ہے۔ کردوں کا شمال مغربی ایران میں کردستان کے علاقہ میں۔ خراسانیوں کا روس و افغانستان کی سرحد پر اور ترکوں کا شمالی ایران میں۔ یہ پانچوں سنّی قومیں ایران کے چاروں کناروں پر آباد ہیں۔

شاہی دور کے سنّی طلبہ

مجتمع :- ہم شاہی دور کے ایرانی اہل سنت وجماعت مسلمانوں کے حالات جاننا

چاہتے ہیں۔

شفیع ضیائی۔ اسلامی انقلاب سے پیشتر سنّی مسلمان واقعتہً لادینی زندگی گذارتے تھے۔ معاشرہ میں فساد و گمراہی کا دور دورہ تھا۔ شیعہ ہو یا سنّی کوئی بھی شخص شاہ کی توجہ و عنایت سے بہرہ مند نہیں ہو سکتا تھا۔ شاہ کی ساری توجہات و عنایات فرقہ بہائیہ کے ساتھ مخصوص تھیں جس کی وجہ سے سنیوں کو گذشتہ پچاس سالوں میں (خصوصاً رضا شاہ پہلوی کے دور میں) عظیم نقصان سے دوچار ہونا پڑا۔ مثال کے طور پر مسئلہ "رفع حجاب" ہی کو لے لیجئے۔ غور فرمایئے کہ اس کی پاداش میں کتنے سنّی خاندانوں کو اپنا محبوب وطن خیرباد کہہ کر خلیج کے مختلف دور دراز شہروں کی راہ دیکھنی پڑی۔ اس پر طرہ یہ کہ شاہی دور میں سنیوں کو کسی طرح کے اجتماعی حقوق حاصل نہ تھے۔ ان کے مدرسے برائے نام تھے۔ اس ستم ظریفی کا کچھ اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ "بندر لنجہ" جیسے ۹۹ فیصدی سنّی شہریوں پر مشتمل شہر میں محض ایک دینی درسگاہ تھی جس میں ائمہ مساجد وغیرہ تربیت حاصل کرتے تھے۔ مزید برآں اس مدرسہ کی کوئی سرکاری ضمانت بھی نہ تھی اور شہر "عوض" میں بھی صرف ایک دینی مدرسہ ہے جس کی مالیات کی فراہمی کی ذمہ داری کویت اور دیگر عربی ممالک کے محسن و مخلص کارکنوں کے سر ہے۔ شاہی حکومت نے جنوبی ایران کی ایک ہزار سنّی مسجدوں میں سے کسی ایک مسجد کے بھی اخراجات کی ذمہ داری نہیں لی۔

سنیوں کو تعلیمی و تربیتی پہلو سے بھی مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ یونیورسٹیاں قائم تو ضرور تھیں لیکن ایسے شہروں میں جن کے رنگ ڈھنگ اور وضع قطع پر شیعی چھاپ لگی ہوئی تھی۔ شیعی طالب علم تو اسے دل کی آواز سمجھ کر وقت کے سانچے میں ڈھل جاتا تھا۔ لیکن سنّی طالب علم کو دو صبر آزما مراحل میں سے ایک کو طے کرنا پڑتا تھا یا تو وہ شیعی مذہب اختیار کر کے خلفائے راشدین، اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی توہین کرے اور ان کے بارہ میں نامناسب کلمات استعمال کرے۔ اور سنّی طالب علم اس لعنت میں گرفتار ہونے پر تیار نہیں۔ یا پھر اشتراکیت کے مادی نقطۂ نظر کو اپنا کر "سلوشلزم" کا علمبردار بن جائے۔ (جیسا کہ آج کی صورت حال ہے) اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے مناسب تھا کہ ہر یونیورسٹی میں سنیوں کا کم سے کم چھوٹا سا کتب خانہ ہوتا اس طرح یونیورسٹی کے طلبہ کا رجحان کسی قیمت پر اشتراکیت کی طرف مائل نہ ہوتا۔ لیکن یہ کمی ہمیشہ محسوس کی گئی اور اس کمی کے نتیجہ میں یونیورسٹی کے اکثر و بیشتر سنی طلبہ اشتراکی نظریات کے حامل ہو گئے۔ یہ وہ سب سے بڑا نقصان ہے جو ایرانی انقلاب سے پہلے سنّی مسلمانوں کو پہنچا۔ اور انقلاب کے بعد اس کے برے نتائج ظاہر ہونا شروع ہو گئے۔

مذہب اہلسنت کی تائید و حمایت کے سلسلہ میں انقلاب نے کسی قسم کا اقدام نہیں کیا!

مجتمع:۔ انقلاب کے بعد اہل سنّت کے حالات میں کوئی تبدیلی رونما ہوئی؟

شفیع ضیائی۔ بعض جہات سے تبدیلی ہوئی۔ مثلاً سنّی شہروں کی اجتماعی و اخلاقی خرابیوں کے اثرات پوری

طرح سے زائل کئے گئے جس سے سنی مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچا لیکن جیسا کہ معلوم ہے کہ حکومت کا سرکاری مذہب شیعیت ہے اس لئے لازماً ذمہ داران حکومت اہل سنت والجماعت کے مذہب کی طرف توجہ نہیں دیتے ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ دونوں فرقے اس شان سے رہیں کہ ایک قوم معلوم ہوں اور ان کے درمیان کوئی فرق وامتیاز نہ ہو۔ لیکن حقیقت اس کے خلاف ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کا شمار اسلام کی مایہ ناز اور مخلص شخصیتوں میں سے ہے اور وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دخول جنت سے شرف یاب ہوں گے۔ اس کے برخلاف شیعہ (معاذ اللہ) انہیں جہنمی قرار دیتے ہیں۔ سنیوں کا عقیدہ ہے کہ علماء اسلام کا منصب و مقام اقتدار وقت کی رہنمائی ہے۔ اور شیعوں کا خیال خام ہے کہ علماء دین کو نبیوں کا درجہ حاصل ہے۔ اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرح ان کا فیصلہ بھی قطعی و آخری ہے سنی و شیعہ کے مابین اسی طرح اور بہت سے اختلافات ہیں تو پھر اتحاد و اتفاق کہاں ممکن ہے؟

اہلسنت کی کتابوں کی طباعت میں حکومت کی ہمت افزائی کا فقدان

مجتمع:۔ کیا انقلابی حکومت بذات خود سنیوں کے لئے دینی مدارس کے قیام اور تعمیر مساجد کا کام انجام دیتی ہے اور سنیوں کی دینی کتابوں کی نشر و اشاعت کا موقع فراہم کرتی ہے؟

شیخ ضیائی۔ حکومت نے سنیوں کے لئے ایک مدرسہ بھی نہیں کھولا ہم نے "بندر عباس" میں خود ایک غیر سرکاری دینی مدرسہ کی بنیاد ڈالی لیکن حکومت نے اس میں کسی قسم کی دخل اندازی نہیں کی۔ اسی طرح بلوچستان میں بھی متعدد دینی مدارس کا قیام عمل میں آیا۔ انقلابی حکومت نے اس میں بھی دخل اندازی نہیں کی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ان اندرونی اور بیرونی خانہ جنگیوں کی وجہ سے دینی مدارس کے ساتھ حکومت کا موقف ورویہ ابھی تک کچھ واضح ہوکر سامنے نہیں آسکا لیکن اہل سنت کی دینی کتابوں کی حد تک تو یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ان کی اشاعت کے سلسلہ میں حکومت نے کسی طرح کی ہمت افزائی نہیں کی جبکہ حکومت ان شیعی کتابوں کی نشر و اشاعت میں بھرپور تعاون کر رہی ہے جن میں خلفائے راشدین اور صحابہ کرام پر سب و شتم اور اہل سنّت کی مخالفت کی گئی ہے۔ یہ چیز ہمیں یہ کہنے پر مجبور کرتی ہے کہ حکومت اہل سنّت کی فلاح و بہبود میں کسی طرح کا حصہ لینا نہیں چاہتی۔

صحابہ کرامؓ کے سب و شتم کا "انقلاب" پہ زور حامی ہے

مجتمع:۔ کہا جاتا ہے کہ بعض متعصب شیعوں کی جانب سے سنیوں کو بری طرح تنگ کیا جا رہا ہے جیسے ان کی مسجدوں کی بے حرمتی اور صحابہ کرامؓ پر سب و شتم۔ تو یہ کہاں تک صحیح ہے؟

شیخ ضیائی۔ جہاں تک سنیوں پر دست درازی اور ان کی مسجدوں کی بے حرمتی کی بات ہے تو یہ بالکل بے بنیاد بات ہے۔ البتہ انقلاب کی ابتداء میں شہر "لنجہ" میں واقع ہونے والے شیعہ سنی فساد سے مسلمانوں کو کچھ گزند پہنچا۔ اس کو برانگیختہ کرنے میں دراصل بائیں بازو کے لوگوں کا ہاتھ تھا۔ اور اس کے پس پردہ یہ سازش تھی

کہ حکومت کو بعض اندرونی معاملات میں الجھا دیا جائے۔ اس میں ۱۱ شیعہ اور ۲۰ سنی کی جانیں تلف ہوئیں۔ اس فساد پر حکومت نے قابو پاکر معاملہ رفع دفع کر دیا لیکن ابھی تک اس کی صحیح وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔ یہ جنوبی ایران کے حالات تھے۔ کردستان ہمارے جانے کا اتفاق تو نہیں ہوا لیکن یہ سننے میں کبھی نہیں آیا کہ وہاں کی کسی سنی مسجد پر تالا پڑ گیا ہو۔

اتنی بات تو بہر حال صحیح ہے کہ حضرت علی، حسن، حسین اور ائمہ شیعہ کو چھوڑ کر بقیہ سارے صحابہ کی اہانت اور ان پر سب وشتم کی حکومت تائید کرتی ہے۔ انقلابی نمائندوں نے تو باقاعدہ بعض دیہاتوں میں ایسے رسائل تقسیم کئے جن سے صاف صحابہ کرامؓ کی توہین اور ان کی شان میں گستاخی ہوتی ہے۔ ذمہ داران حکومت سے جب اس کی شکایت کی گئی تو محض سنی علاقوں میں ان رسائل کی تقسیم پر پابندی عائد کی۔ یہاں اس تلخ حقیقت کا ذکر بے جا نہ ہوگا کہ شیعہ بنا بر صحابہ کرامؓ کو خائن وغدار، فاسق وفاجر، ملحد ولادین اور دوزخی وجہنمی قرار دیتے ہیں مثال کے طور پر ابھی حال ہی میں رمضان سے قبل آیت اللہ خمینی نے ٹیلی ویژن پر آخری بات کہہ دی کہ "ماتم کی محفلیں سجاتے رہنا ابتدائے اسلام سے آج تک فرقہ ناجیہ کا خاص شعار رہا ہے۔" اس کا صاف مطلب یہ نکلا کہ جو گریہ وزاری اور آہ وبکا نہیں کرتے، سیاہ لباس نہیں پہنتے وہ غیر ناجی ہیں۔ اس سے اشارہ آپؐ کے اس ارشاد کی طرف ہے

" تفرق امتی الی ثلاث وسبعین فرقۃ واحدۃ منھا ناجیۃ والباقی فی النار

میری امت ۷۳ فرقوں میں منقسم ہوگی جس میں صرف ایک فرقہ ناجی ہوگا۔ بقیہ سب کے سب ناری۔

یہ آیت اللہ خمینی کا اہل سنت کے جہنمی ہونے کا صاف فیصلہ ہے۔ شیعہ مذہب کی بنیادی کتابیں اس کی پوری تائید کرتی ہیں۔ اور اس قسم کی کتابوں کی نشر واشاعت میں بھرپور تعاون کیا جاتا ہے۔

ایرانی دستور۔ اور اہل سنت کے حقوق

مجمع۔ عالی جناب! ہماری خواہش ہے کہ آپ اس پر روشنی ڈالیں کہ جدید ایرانی دستور کے سلسلہ میں اہل سنت کے احساسات کیا ہیں جس میں اہل سنت کو ذمیوں کا سا درجہ دیا گیا ہے۔ اور ان کو صدارت، وزارت عظمیٰ، خمینی کی قائم مقامی کرنے والی مجلس کی ممبری اور افواج کی سربراہی جیسے کلیدی عہدوں سے محروم کر دیا گیا ہے۔

شیخ ضیائی۔ جدید دستور کی رو سے بعض حقوق کی محرومی کی وجہ سے اکثریت "احساس کمتری" کا شکار ہے۔ وہاں کی اقلیت کا تو یہ خیال ہے (اور میں بھی انہی میں سے ہوں) کہ جدید دستور میں جو بات پیدا ہوگئی ہے وہ بالکل فطری ہے۔ چنانچہ اکثریت کبھی اقلیت کو پورے حقوق نہیں دیتی۔ میرے خیال میں اگر ایرانی دستور میں شیعی مذہب کی توضیح وتصریح کر دی جائے تو مسلمانوں کے مستقبل کے لئے ایک بہترین اقدام ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں ایران کے اندر سب وشتم، لعن طعن، ماتم ونوحہ اور گریباں دری وغیرہ جو کچھ بھی ہوگا شیعی مذہب

کے نام پر ہوگا۔ نہ کہ اسلام کے نام پر۔ اس لئے کہ ان باتوں کا شیعہ مذہب کی تصریح کے بغیر محض اسلام کے نام پر ہونا کہیں زیادہ خطرناک ہوگا۔ میرے اس خیال کی امید ہے بہت سے علما تائید کریں گے۔

مجتمع - عرب، کرد، ترک، بلوچ اور بعض ایرانی اہلسنت کے درمیان کوئی اتحاد و اتفاق کو پسند نہیں کرتی | ایران میں حکومت اہلسنت کے متحدہ پلیٹ فارم بنانے کے سلسلہ میں کہاں تک اتحاد و تعاون پایا جاتا ہے؟

شیخ ضیائی - افسوس ہے کہ اہل سنت میں کوئی اتحاد نہیں۔ جو ان کے مشترکہ مسائل و مطالبات کے لئے انہیں ایک پلیٹ فارم پر جمع کر سکے۔ اس کا ایک سبب تو یہ ہے کہ اہل سنت جغرافیائی حیثیت سے ایران کے مختلف خطوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک دوسرے سے ہزاروں کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے جس کی وجہ سے ان کا آپس میں ملنا جلنا بہت مشکل ہے۔ اور اس کا دوسرا سبب یہ بھی ہے کہ ان مختلف خطوں میں زبان اور مسائل کا بھی اختلاف ہے چنانچہ کردستان تقریباً ۵۰ سال سے آزادی کا مطالبہ کر رہا ہے جب کہ ایران کے سنیوں کا اس قسم کا کوئی مطالبہ نہیں۔ بلوچستان سے اردو سے ملتی جلتی اپنی خاص زبان ہے۔ ترکوں کی ترکی سے ملتی جلتی اپنی الگ زبان ہے۔ جنوب کے سنی اپنے مافی الضمیر کی ادائیگی کا کام فارسی زبان سے لیتے ہیں۔ یہاں یہ ذکر بے جانہ ہوگا کہ مذہب اہل سنت کو نصف صدی سے حکومت کی تائید و حمایت نہ ملنے کی وجہ سے شریعت سے جہالت و ناواقفیت عام ہے۔ اگر بعض قدیم مذہبی کتابیں ہیں بھی تو زمانہ کا ساتھ نہیں دے سکتیں۔ ادھر ایرانی قافلہ تہذیب سے پیچھے رہ جانے کا احساس سنیوں میں تیز سے تیز تر ہوتا جا رہا ہے۔ اس تلخ حقیقت کا مشاہدہ سنیوں کے شہر "عوض" کے قریب ہونے والے دو شیعہ شہر "جہرم" اور "لار" میں کیا جا سکتا ہے۔ اہالیان جہرم و لار اپنے نونہالوں کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے "قم" و "مشہد" بھیجتے ہیں۔ یہ نونہالان شیعہ وہاں سے حجۃ الاسلام بن کر نکلتے ہیں۔ اور شیعہ مذہب کے وثائق و غوامض کی تشریح اور اس کے معارف و حقائق کی گرہ کشائی کرتے ہیں۔ اور ہماری پوزیشن یہ ہے کہ ہمارے پاس نہ تو دینی ادارے ہیں نہ ہی علمی مراکز۔ ہم نے اپنے طلبہ کو "عوض" سے مدینہ یونیورسٹی بھیجنے کا ارادہ کیا بھی تو نہایت تاخیر سے۔ ان سب باتوں کی وجہ سے سنیوں میں یک جہتی مفقود ہے۔ ویسے یوں بھی حکومت سنیوں سے اتحاد و اتفاق کا خیر مقدم نہیں کرتی۔ اس کی سب سے واضح مثال یہ ہے کہ:-

محمد علی رجائی کی وزارت عظمیٰ اور بنی صدر کی صدارت کے عہد میں ایران کے تمام علماء سنت کو تہران میں ایک علمی کانفرنس کے انعقاد کی دعوت دی گئی۔ اس کانفرنس میں علمائے سنت کی ایک ایسی خاص مجلس کی تشکیل کا حکومت سے مطالبہ کرنے کے لئے قرارداد بھی پاس کی۔ جو کہ حکومت کے تمام شعبہ ہائے وزارت کے دینی امور کی سرپرستی کا کام انجام دے۔ اور ہر نشیب و فراز میں سنیوں کا مرجع ہو۔ لیکن ان تمام کوششوں پر رجائی نے یہ کہہ کر پانی پھیر دیا کہ "ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ یہ مجلس حکومت کی ترقیوں کی راہ میں سنگ گراں ثابت ہوگی۔" اس طرح

کانفرنس کی یہ پاس شدہ قرارداد تشنہ تعمیل رہ گئی۔ کیونکہ رجائی کی نظر میں یہ مجلس خرمن امن وامان کے لئے برق بے اماں کے رادف تھی۔

سنیوں کی اقتصادی ناکہ بندی

مجتمع: کیا حکومت سنی اور شیعی علاقوں کی خدمت میں کسی طرح کا فرق و امتیاز برتتی ہے؟

شیخ ضیائی۔ حکومت کا دامن اس ناانصافی سے پاک ہے یا نہیں؛ یہ تو ہمیں معلوم نہیں لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بعض ذمہ داران حکومت محض اپنی غرض کی خاطر اس سلسلہ میں بدعملی سے کام لیتے ہیں۔ جیساکہ یہ بات جزیرہ "قم" اور بعض ان سنی جزیروں میں دیکھنے میں آئی ہے جن میں بعض سنیوں کی حکومت نے جنوبی و شمالی خلیج کے سارے تجارتی روابط ختم کر کے "اقتصادی ناکہ بندی" شروع کر دی ہے۔ محض یہ جان کر کہ ان جزیروں میں بسنے والے ۹۰ فیصدی سُنی ہیں۔ اور بعض اشخاص پر کچھ سنی مسلمانوں کو دبئی سے "بندر عباس" منتقل کرنے کے ۲۰ سالہ قبل جرم پر ابھی تک مقدمہ چل رہا ہے۔ لیکن بظاہر ان سارے اقدامات کے پس پردہ مفاد پرست اور نفع خور ذمہ داران حکومت کا ہاتھ ہے۔ حکومت کا اس میں کچھ دخل نہیں۔

خرافات کا مقابلہ اور قبوں کا منہدم کرنا ممکن نہیں

مجتمع۔ بدعات و خرافات، اولیاء و صالحین کے مزارات اور سنی مسلمانوں کی قبروں پہ قبوں کی تعمیر کا مقابلہ کرنے میں سنی مسلمان علماء کا کیا کردار ہے؟

شیخ ضیائی۔ بدعات و خرافات اور وہم و گمان کے ماحول سے پنجہ آزمائی بالکل ممکن نہیں۔ کیونکہ اول تو شیعہ مذہب کی بنیاد ہی قبروں کی تعظیم اور اس کے تقدس پر ہے اور ثانیاً شیعی مذہب کو حکومت کی تائید و حمایت حاصل ہے اس لئے بدعات و خرافات کے خلاف آواز اٹھانا دراصل حکومت سے عداوت مول لینے کے مترادف ہے۔ آپ غور فرمائیں کہ سعودیہ میں قبوں کو کس نے منہدم کیا؟ اور قانون کون نافذ کرتا ہے؟ ظاہر ہے کہ حکومت۔ اس لئے میری سمجھ سے سنی علماء جنوبی ایران میں قبوں کی تعمیر اور بدعات و خرافات کے مقابلہ سے قاصر ہیں۔ البتہ حکومت اس کام کو تن تنہا انجام دے سکتی ہے۔ اس سلسلہ میں باہمی تفاہم بھی اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

سنی مسلمانوں کا سوشلسٹ ہو جانا ان کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ ہے

مجتمع۔ کیا سنیوں کی کوئی اسلامی تحریک مغربی و اشتراکی رجحانات سے محفوظ رکھنے اور اسلام اختیار کرنے کی دعوت کا کام انجام دے رہی ہے؟

شیخ ضیائی۔ الحمدللہ ہمارے سنی معاشرہ کی فضا دینی ہے اور نوجوانوں کے رجحانات و خیالات اسلامی ہیں البتہ ہمارے سنی نوجوان بائیں بازو کی اشتراکی جماعت کے نظریات سے متاثر ہیں اور یہ سب کچھ شاہ کے دور کی ایرانی یونیورسٹیوں کا کرشمہ ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ اس وقت وہ مخلص داعی نہیں جو اس طوفان کو روکنے کے لئے ایک آہنی محاذ بنائیں کتنے عار کی بات ہے کہ ہمارا نوجوان طبقہ "سرخ اشتراکیت" کا علمبردار اور روسی بالشویک تحریک کا حامی ہو جس کی افغانستان میں خون آشامیوں اور زہرچکانیوں سے کوئی ناواقف نہیں۔

Adarts
SUA-1/81

جناب خسروی صاحب کراچی
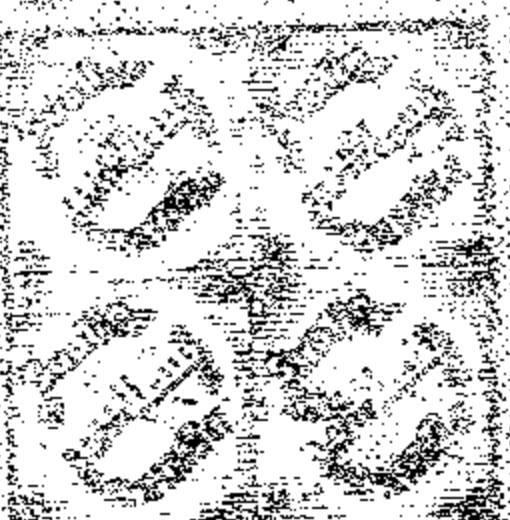
اسپین میں قادیانیوں کی مسجد ضرار

باوجودیکہ پاکستانی آئین وقانون کی رو سے متنبی قادیان کی امت کے دونوں فرقوں کو غیر مسلم قرار دیا جاچکا ہے (جس کی توثیق دنیا بھر کے مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم " رابطہ عالم اسلامی " نے پورے عالم اسلام کی ایک سو چالیس سے زائد سربرآوردہ تنظیموں کے ایک مشترکہ اجلاس میں بھی کی ہے) لیکن ہماری اب تک کی حکومتوں کی نام نہاد " اسلامی رواداری " وسیع القلبی اور فراخ ذہنی کے نتیجہ میں ہر شہری وعسکری ادارہ کے ہر شعبہ کے اعلیٰ مناصب پر اس کے افراد کے تمکن وتسلط کے زور وزعم پر اب اس جماعت کی جسارت، وجرأت جتنی بڑھتی جارہی ہے اس کا اندازہ کرنے کے لئے ان لوگوں کی دیدہ دلیری کا ایک تازہ واقعہ عامۃ المسلمین کی توجہ اور ارباب اقتدار علمائے کرام ومشائخ عظام کے خصوصی غور اور فکر کے لئے پیش ہے۔

برسوں سے ہمارے محلہ (ناظم آباد ۴ ڈی) میں صرف ایک صاحب اس امت کے رہتے ہیں جو بلاشبہ ایک اچھے ہمسایہ ہیں۔ اب سے پہلے یہ ہوتا رہا ہے کہ ان کی خواتین اپنی ہمسایہ نیز دیگر ملاقاتی خواتین کو اپنی جماعت کا لٹریچر دے کر پڑھنے کی ترغیب وتحریص اور زبانی بھی تبلیغ کرتی رہی ہیں، لیکن خود ان صاحب یا ان کے صاحبزادوں نے کبھی مردوں میں اس موضوع پر کوئی بات، اشارۃً بھی نہیں کی۔ چنانچہ بہت سے ہم محلہ تو ان کے عقائد سے ناواقف تھے اور انہیں مسلمان ہی سمجھتے تھے۔ ۱۰-۹-۸۲ء کو (یعنی ٹھیک اسی دن جب اس جماعت کو کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ) کی عدالت میں (وہاں کے وقت کے مطابق) شام کے چار بجے، مسلمانوں کے خلاف حکم امتناعی کے اجراء کے مقدمہ میں شکست ہوئی) ان صاحب نے اپنے جاننے والے تمام اہل محلہ مسلمانوں کے گھر گھر خود جاکر شیرینی کا ایک ایک ڈبہ پہنچایا اور جب پوچھا گیا کہ یہ مٹھائی کس تقریب میں ہے تو بتایا کہ یہ اس بات پر اظہار مسرت ہے کہ ہسپانیہ میں (۷۱۱ سے ۱۴۹۲ عیسوی تک) آٹھ سو سال تک قائم رہنے والی اسلامی حکومت کے زوال کے بعد ایک پہلی مسجد کا افتتاح آج ہو رہا ہے جس کے لئے ہماری جماعت ۳-۶-۴۶ء سے اب تک جدوجہد کرتی رہی ہے۔ اپنی جماعت کی ۳۶ سالہ ان مساعی اور بالآخر اب کامیابی کی تفصیلات سے واقف کرنے کے لئے تقریباً "۴×"۹ کا

تین تہہ کیا ہوا چھ صفحات کا ایک کتابچہ بھی مٹھائی کے ہر ڈبے کے ساتھ مسلمانان محلہ میں تقسیم کیا۔ جس کی تفصیلات و عبارات حسب ذیل ہیں :-

سرورق (صفحہ ۱) خانہ کعبہ و حرم کی "½ ۴ × ½ ۱" کی ایک مبہم تصویر۔ جس میں مطاف میں نمازیوں کو سربسجود دکھایا گیا ہے اس تصویر کے نیچے پورا کلمہ طیبہ ۔ اس سے نیچے برآمدہ نما چودہ در کی ایک عمارت جس کے سامنے ایک وسیع چبوترہ کا صحن ۔ اس عمارت کی پشت پر دائیں طرف ایک اور بلند تر عمارت، جس کے سامنے کے رخ پر دونوں طرف کلس دار ایک ایک مینار۔ ان دونوں میناروں کے وسط میں دروازہ پر ایک چھوٹا سا گنبد اور اس سے ملحق بھی دونوں طرف ایک ایک چھوٹا مینارچہ ۔ اس چودہ دری دالان نما تعمیر کی پشت پر بائیں کونے میں ایک بلند شش پہلو عمارت پر ایک گنبد مع کلس کے، جس میں یا تو دفتری کمرے ہیں یا جماعت کے اراکین کے اجتماعات کے لئے سماعت گاہ (آڈیٹوریم) اور کتب خانہ اور ریڈنگ روم وغیرہ ہوسکتے ہیں ۔ اس تصویر کے نیچے بہت جلی قلم سے اس عمارت کا نام "مسجد بشارت" تحریر ہے۔ اور اس کے نیچے "پیڈروآباد (سپین)" نسبتاً کم تر جلی تحریر میں رقم ہے ۔ پھر اس سے نیچے تیسری سطر میں " افتتاح ۱۰ ستمبر ۱۹۸۲ء" مرقوم ہے ۔ اور سب سے آخری سطر میں دو متوازی خطوط کے درمیان اس کتابچہ کے ناشرین کا نام " نظارت اشاعت لٹریچر و تصنیف صدر انجمن احمدیہ پاکستان۔ ربوہ" چھپا ہوا ہے ۔ (آگے کتابچہ کے مندرجات کی تفصیل ہے جو چھوڑ دی گئی ہے - ادارہ)

جیسا کہ عرض کیا ہے ، یہ کتابچہ اور اس کے ساتھ اظہار مسرت و فتح مندی کے لئے شیرینی عین اس دن اس جماعت کے افراد کے ذریعہ مسلمانوں کے گھروں پر پہنچائے گئے جس سے اگلے دن کے اخبارات میں جنوبی افریقہ کی عدالت عالیہ میں ان کی وہاں کی تبلیغی انجمن کے حق میں اور مسلمانوں کے خلاف جاری کردہ عبوری حکم امتناعی کے مقدمہ میں ان کی شکست کی خبریں شہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہوئی تھیں ۔ اسے کوئی اتفاقی واقعاتی توارد نہیں کہا جاسکتا۔ اس عدالت میں ان کے مقدمہ کی سماعت کی تاریخ (۹-۹-۱۹۸۲) بہت پہلے سے مقرر تھی۔ اور ان کے مرکزی ادارہ کو یقین کامل تھا کہ ان کی اس درخواست میں ایسے اساسی قانونی اسقام ہیں جس کی بنا پر وہ لازماً خارج ہوجائے گی ۔ اور اس کا نتیجہ عامۃ المسلمین کے لئے باعث فخر و ابتہاج اور خود ان کے افراد کے لئے احساس شکست سے بددلی اور ندامت و ذلت کا سبب ہوگا ۔ چنانچہ انہیں عواقب و نتائج کی پیش بینی کے مدنظر اسپین میں اس نام نہاد مسجد کے افتتاح کی تاریخ ، جنوبی افریقی عدالت میں سماعت مقدمہ کے لئے مقررہ تاریخ کے ٹھیک دوسرے دن کی مقرر کی گئی اور اس کتابچہ کی صورت میں اعلان فتح ہزاروں کی تعداد میں پہلے سے چھپوا کر پاکستان ہی نہیں بلکہ دنیا بھر میں اپنے ارکان تک مسلمانوں میں تقسیم کرنے کے لئے پہنچا دیا گیا جس کا مقصد صریحاً اہل اسلام پر واضح کرنا ہے کہ تم لوگ جنوبی افریقہ میں ہماری اس عبوری شکست پر کیا خوشیاں منا رہے ہو ؟ ہمارا فاتحانہ کارنامہ یہ دیکھو

کہ ہسپانیہ میں جہاں تم لوگ ۱۹۴۲ء سے اب تک کوئی نئی مسجد تو کیا بناتے، پرانی مساجد کو بھی واگزاشت کرا کے حاصل نہیں کر سکے۔ ہم نے اپنا تبلیغی مرکز اور "مسجد" کے نام سے معبد قائم کر لیا۔ جو تدریجاً سارے ہسپانیہ کو ہمارا ہم عقیدہ بنائے گا۔ جیسا کہ اس کتابچہ میں اس جملہ سے اپنے عزائم کا اظہار کیا ہے۔ "یہ روحانی خوشبو ایک دن سارے سپین کو مسحور کر دے گی"

اگر اس امر پر غور کیا جائے کہ حکومت ہسپانیہ، جس نے مسلمانوں کو آج تک کی درخواستوں کو نظر انداز کر کے کسی نئی مسجد کی تعمیر کی اجازت دینا تو کجا، کسی قدیم مسجد کو بھی واگذار نہیں کیا۔ ان لوگوں کو یہ خصوصی رعایت دینے پر کیوں آمادہ ہو گئی۔ تو اس کا جواب بغیر کسی تردد و تفکر کے یہی ہے کہ وہ حکومت اس جماعت کو نہ صرف دنیا بھر کے مسلمانوں سے الگ، بلکہ اپنی ہی طرح معاندین اسلام میں شامل سمجھتی ہے۔ لہذا دشمن کا دشمن تو لازماً دوست ہوتا ہی ہے۔ چنانچہ اگر غیر مسلم حکومت نے ان دشمنانِ اسلام کو اپنے سایۂ عاطفت میں ایک مرکز قائم کرنے میں مدد دی تو یہ بات دراصل خود اس حکومت کے اسلام دشمن مقاصد کی بنا پر ہے۔ اگر یہ جماعت پورے ہسپانیہ کو اپنا ہم عقیدہ بنانے کے عزائم میں کامیاب بھی ہو جائے تو ہسپانیہ کے جنوب میں تمام اسلامی افریقی ممالک میں زیادہ مؤثر تدابیر سے اختلال و انتشار پھیلا سکتی ہے جو مخالفین کا ہمیشہ مدعا و مقصد رہا ہے۔

کیا ہمارے، نیز دیگر مسلم ممالک کے ارباب حل و عقد، مقتدایان بست و کشاد پورے عالم اسلام کے علمائے کرام، مبلغین عظام اور مشائخ ذوی الاحترام مسیلمۂ قادیان کی اس امت کے اس نعرۂ مبارزت کا کوئی مؤثر اور عملی جواب دینے کی اہلیت و جرأت رکھتے ہیں؟ بحالات موجودہ تو یہ امید موہوم ہی ہے کہ ہسپانیہ میں کسی نئی مسجد کی تعمیر تو کیا، وہاں کی قدیم ترین، عظیم ترین اور جمیل ترین مسجد قرطبہ ہی کو حکومت سے واگذاشت کرا کے صلوٰۃ پنج گانہ نہیں تو کم از کم جمعہ یا عیدین کی نمازوں کے لئے ہی حاصل کر سکیں۔

وہ تو خیر ہے ہی مخالفین کا ملک، ہم تو یہ بھی نہ کر سکے کہ اپنے قریب ترین ہمسایہ اور باہمی رفاقت کے مدعی ملک کے اہم شہروں میں اہل سنت والجماعت کے لئے تعمیر مساجد کی اجازت حاصل کر سکیں۔ تاکہ وہاں جو ہمارے ہم عقیدہ باشندے رہتے اور جاتے ہیں وہ اپنی مساجد میں علی الاعلان عبادات ادا کر سکیں۔

اس تحریک کا محرک ماہنامہ "البلاغ" کراچی کی جلد ۱۷ کے شمارہ ۱ بابت محرم ۱۴۰۳ھ نومبر ۱۹۸۲ء کے صفحات ۳ لغایتہ ۱۳ پر محترمی مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کا اداریہ بعنوان "کیپ ٹاؤن کا مقدمہ" ہوا ہے جس میں انہوں نے وہاں کی عدالت میں ان لوگوں کی وقتی ناکامی کا حال بشرح و بسط سے مرقوم فرمایا ہے۔ لہذا مناسب معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے اپنی اس عارضی شکست کا جو یہ دندان شکن جواب ہم مسلمانانِ عالم کو دیا ہے اُسے بھی برائے توجہ و تفکر و تدبیر پیش کر دیا جائے۔ وما علینا الا البلاغ

کنول لنن، صنم پاپلین
گلستان پرنٹس
جمال ۳۰۰۰ پاپلین
جمال ۵۰۰۰ لان
۲-ڈائمنڈ اسٹار
دِلکش
دِلنشیں
دِلفریب
حُسین کے پارچہ جات
حُسین کے خوبصورت پارچہ جات
نہ صرف آنکھوں کو بھلے لگتے ہیں
بلکہ آپ کی شخصیت کو بھی
نکھارتے ہیں۔ خواتین ہوں یا
مرد دونوں کے ملبوسات کیلئے
موزوں۔ حُسین کے پارچہ جات
شہر کی ہر بڑی دکان پر،
دستیاب ہیں۔
HUSEIN
FABRICS
خوش پوشی کے پیش رو
حُسین ٹیکسٹائل ملز
حُسین انڈسٹریز لمیٹڈ کراچی
کا ایک ڈویژن

SOHRAB
پاکستان کا
نمبر
1
بائیسکل
سُہراب

ایگل
ایک عالمگیر
قلم
EAGLE
خوشخط
رواں اور
دیرپا۔
اسٹیل
کے
سفید
اریڈیم ٹپڈ
نب کے
ساتھ
ہر
جگہ
دستیاب
EAGLE
IRIDIUM
آزاد فرینڈز
اینڈ کمپنی لیٹڈ۔

جناب بشیر محمود اختر صاحب

اِسلام ——— میرا دین

ایک برطانوی نومسلم کے احوال و افکار

مجھے ایک تربیتی کورس کے سلسلے میں اپریل تا جولائی لندن میں قیام کا موقع ملا۔ ایک روز اسلامی کتابوں کی ایک دُکان پر جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں ایک چھوٹی سی کتاب Islam -My Religion (اسلام۔ میرا دین) نظر پڑی۔ مصنف کا نام کیٹ سٹیونز Cat Stevens لکھا تھا اور اندر کے صفحے پر وضاحت کی گئی تھی کہ یہ صاحب برطانیہ کے مشہور موسیقار اور پاپ سنگر رہے ہیں۔ اب مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں۔ اور یوسف اسلام کے نام سے موسوم ہیں۔ میں نے یہ کتاب خرید لی، اور اسے شوق سے پڑھا۔ یہ دراصل یوسف اسلام کا ایک انٹرویو تھا جو مارچ ۱۹۸۰ء میں لیا گیا تھا۔ آپ بھی ملاحظہ فرمایئے۔

انٹرویو

س :۔ میں پہلا سوال یہ کرنا چاہوں گا کہ آپ کو اسلام کے بارے میں معلومات کس ذریعے سے حاصل ہوئیں ؟

ج :۔ اسلام کے بارے میں مجھے سب سے پہلے اپنے بھائی ڈیوڈ کے ذریعے معلومات حاصل ہوئیں۔ پانچ سال پہلے انہوں نے یروشلم کا سفر اختیار کیا تھا۔ وہاں انہوں نے جن مقدس مقامات کی زیارت کی، ان میں ایک مسجد اقصیٰ بھی تھی۔ اس سے قبل وہ کبھی کسی مسجد کے اندر داخل نہیں ہوئے تھے۔ یہاں کی فضا مسیحی گرجوں اور یہودی معبدوں سے اس قدر مختلف تھی کہ انہوں نے اپنے آپ سے سوال کیا کہ یہ دین (اسلام) اتنا بڑا راز کیوں معلوم ہوتا ہے ؟ وہ مسلمانوں کے رویے اور سکون بخش اندازِ عبادت سے بہت متاثر ہوئے۔ انگلستان واپس پہنچتے ہی انہوں نے قرآن حکیم کا ایک نسخہ خریدا اور لا کر مجھے دیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ میں رہنمائی کا محتاج تھا ــــ الحمد للہ

س :۔ جب آپ نے قرآن کا مطالعہ کیا تو آپ کو کس چیز نے سب سے زیادہ متاثر کیا ؟

ج :۔ یہ اس پیغام کی دائمی نوعیت تھی۔ میں حیران تھا کہ الفاظ سب کے سب آشنا قسم کے تھے لیکن ہر اس چیز سے بے حد مختلف تھے جس کا میں پہلے مطالعہ کر چکا تھا ــــ وہ بہت سادہ اور صاف تھے۔ اس مرحلے تک زندگی کا مقصد میرے لئے ایک سربستہ راز کی حیثیت رکھتا تھا۔ مجھے ہمیشہ اس بات پر یقین رہا کہ زندگی

کی اس تصویر کشی کے پسِ پردہ ایک زبردست تخلیق کار کا ہاتھ ہے۔ لیکن وہ اَن دیکھا تخلیق کار کون ہے۔ اس کا پتہ نہ چلتا تھا۔ میں اس سے پیشتر بہت سے روحانی راستوں کی جادہ پیمائی کر چکا تھا لیکن تسکین کی پیاس کہیں نہیں بجھی میں ایک ایسی ناؤ کی مانند تھا جو پتوار اور کھیون ہار کے بغیر ہی چلی جا رہی تھی اور جس کی کوئی منزل مقصود نہ تھی لیکن جب میں نے قرآن کا مطالعہ شروع کیا تو مجھے احساس ہوا کہ میں اس کے لئے اور یہ میرے لئے تخلیق کیا گیا ہے۔ میں ڈیڑھ سال سے زیادہ عرصے تک اس کا بار بار مطالعہ کرتا رہا۔ اس دوران میری ملاقات کسی بھی مسلمان سے نہ ہوئی۔

میں قرآن کے پیغام میں پوری طرح مستغرق ہو چکا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اب جلد ہی یا تو مجھے پوری طرح ایمان لے آنا ہو گا یا پھر اپنی ہی راہ پہ چلتے چلتے موسیقی کی دنیا میں کھوئے رہنا ہو گا۔ یہ میری زندگی کا سب سے مشکل اقدام تھا۔ ایک روز مجھے کسی نے بتایا کہ لندن میں ایک نئی مسجد تعمیر ہوئی ہے۔ بس اب میرے لئے اپنا دین قبول کرنے کا وقت آ پہنچا تھا۔ ۱۹۷۷ء کے موسم سرما کی بات ہے کہ ایک جمعے کے روز میں مسجد کی طرف چل کھڑا ہوا۔ نماز جمعہ کے بعد میں امام صاحب کے پاس آ پہنچا اور انہیں بتایا کہ میں قبول اسلام کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ مسلم برادری سے یہ میرا پہلا رابطہ تھا۔

س:۔ اب آپ مسلمان ہیں، مسلمانوں کے بارے میں آپ کے کیا تاثرات ہیں؟

ج:۔ میرا خیال ہے کہ بہت سارے مسلمان اپنا راستہ کھو بیٹھے ہیں کیونکہ انہوں نے صحیح طور پر قرآن کا مطالعہ نہیں کیا۔ یہ تو علم کا جوہر ہے اور جو لوگ اسے سمجھنا چاہتے ہیں ان کے لئے سچی ہدایت کا حامل ہے۔ میرا ایمان ہے کہ اسلام اصل میں صرف ایک ہی ہے یعنی اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرماں برداری میرے نزدیک جنت کا یہی واحد محفوظ راستہ ہے۔ ہمیں سچ اور جھوٹ میں امتیاز کرنا چاہئے اس کے لئے ہمیں اپنے علم میں اضافہ کرنا چاہئے اور راہ حق پر چلنے والوں کی صحبت اختیار کرنی چاہئے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علم کے خزانے کی بے شمار کنجیاں دنیا میں بکھیر کر اسے محفوظ فرما دیا ہے۔ ہم مسلمانوں کو صرف آپس میں قریب آنے کی ضرورت ہے تاکہ صحیح معنوں میں اسلام کی حقانیت کی زیادہ جامع تفہیم حاصل ہو سکے۔ تمام مسلمان ایک خدا، ایک قرآن اور ایک رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس کے بعد ہر فرد اپنی پسند کے مطابق اپنی راہ متعین کرتا ہے۔ آخرت میں ہر کوئی اپنے ہی اعمال کا ذمہ دار ٹھہرے گا۔

س:۔ آپ کے لئے یہ کس قدر دشوار ثابت ہوا ہو گا کہ اچانک وہ بہت ساری باتیں ترک کر دیں جن کے آپ پہلے عادی رہ چکے تھے؟

ج :۔ یہ دشوار نہیں تھا کیونکہ میں بخوبی جانتا تھا کہ ان برائیوں کو ترک کر دینا ہی بہتر ہے۔ یہ برائیاں دراصل مجھے تباہ کر رہی تھیں۔ مثلاً شراب نوشی۔ سگریٹ نوشی اور سود خوری وغیرہ۔ لیکن اپنے پرانے دوستوں سے قطع تعلق کرنا میرے لئے سب سے زیادہ دشوار ثابت ہوا۔ میں یہ بات نہیں سمجھ سکا کہ وہ لوگ پیغام اسلام کا فہم کیوں پیدا نہیں کر سکے۔ جہاں تک مجھ سے ممکن ہو سکا میں ان کے ساتھ دوستی نبھاتا چلا گیا لیکن ایک ایسا لمحہ آیا جب اپنے دین کی خاطر میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اپنے ماضی اور اسلام کے درمیان مجھے ایک خط کھینچنا ہوگا۔ اس کے لئے مجھے کئی آزمائشوں سے گذرنا پڑا۔ مثال کے طور پر جب میں غیر مسلموں کے درمیان ہوتا تو ان سے معذرت طلب کر کے چپکے سے نماز کے لئے نکل جاتا۔ میں انہیں یہ نہ بتاتا کہ میں کہاں جا رہا ہوں کیونکہ یہ ان کے لئے قدرے عجیب سی بات ہوتی۔ پھر ایک روز میں نے تہیہ کر لیا کہ اب میں سب کو بتا دوں گا کہ میں نماز کی ادائیگی کے لئے جا رہا ہوں۔ چنانچہ سب نے میرا نقطۂ نظر سمجھ لیا اور اس کے لئے وہ میری عزت کرنے لگے۔ جب آپ اپنی بات پر ڈٹ جائیں اور اپنا فرض ادا کرتے چلے جائیں۔ تو اللہ اس میں آسانی فرما دیتا ہے۔ اس کے بعد مجھے کوئی خاص دشواری پیش نہیں آئی۔

س :۔ آپ اپنے ماضی کی سرگرمیوں کے بارے میں کچھ بتائیں گے؟

ج :۔ میں پندرہ برس کا تھا جب مجھے موسیقی سے بہت دلچسپی پیدا ہو گئی۔ میرے والد میرے لئے ایک چھتارا (گٹار) لے آئے اور میں نے اپنے گیت لکھنے کا آغاز کر دیا۔ میں نے کیٹ سٹیونز Cat Stevens کا نام منتخب کیا۔ اٹھارہ برس کی عمر میں میرا پہلا ریکارڈ بہت مشہور ہوا۔ میں بہت کامیاب ہوا اور میرے گانوں کے ریکارڈ یورپ بھر میں فروخت ہونے لگے۔ لیکن یہ شو بزنس مجھے راس نہ آیا۔ میں نے کثرت سے مے نوشی اور سگریٹ نوشی شروع کر دی لہٰذا میں دق کا مریض بن گیا۔ اس سے میرا ذریعہ معاش ختم ہو گیا۔ اور مجھے چند ماہ ہسپتال رہنا پڑا۔ اس دوران میں نے مشرقی فلسفے کا مطالعہ شروع کیا۔ میرے پاس ایک کتاب تھی جس کا نام The Secret Path (خفیہ راستہ) تھا۔ یہی کتاب روحانی معاملات سے میرا پہلا تعارف ثابت ہوئی۔ اسی کے ذریعے میں طمانیت و بصیرت کی تلاش کے طویل سفر پر روانہ ہوا۔ اس سفر نے بالآخر مجھے اسلام کے دروازے پر پہنچا دیا۔ میں نے ایسے گیت لکھنے شروع کئے جن میں اس روحانی بیداری کا اظہار ہوتا تھا۔ چنانچہ میرے یہ گیت میری سرگذشت بنتے چلے گئے۔

میں اکیس برس کا تھا جب مجھے پہلی عالمی سطح کی بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ میرے ان گیتوں کا سلسلہ Tea For Tillerman کے نام سے مشہور ہوا۔ اور اس طرح میرا شمار اعلیٰ درجے کے فن کاروں میں ہونے لگا۔ میں سوچتا ہوں کہ ایک لحاظ سے میرے گانوں کے سلسلے میری اگلی منزل اور میرے سفر کے مختلف

مراحل ثابت ہوئے ۔

س : ۔اس زمانے میں لوگ ساز و سنگیت کے متوالے ہورہے ہیں حتیٰ کہ مسلمان بھی اس میں کھوئے جارہے ہیں اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے ؟

ج : ۔ بدقسمتی سے آج کل لوگ اپنی اپنی خواہشات کے مطابق چیزوں کی خریداری کی طرف مائل ہوتے ہیں ریکارڈ ۔ فلمیں ۔ ٹیپ ۔ رسالے ۔ ان میں سے اکثر پیسہ کمانے کی غرض سے ہی بنائے جاتے ہیں ۔ پاپ موسیقی سننا تو خواب دیکھنے کی طرح ہے ۔ اس سے عارضی طور پر چین ملتا ہے اس قسم کی موسیقی سننے والے عموماً حقیقت سے اتصال کے آرزومند ہوتے ہیں ۔ موسیقی انہیں کچھ وقت کے لئے سکون پہنچاتی ہے ۔ یعنی یہ اس بے رحم نظام سے تھوڑی دیر کے لئے فرار ہے جسے ہم ماڈرن زندگی کہتے ہیں ۔

س : ۔ تو کیا آپ نے اب موسیقی سے قطع تعلق کر لیا ہے ؟

ج : ۔ میں نے موسیقی کے مشاغل ترک کر دیے ہیں مجھے خطرہ ہے کہ یہ مشاغل مجھے صراط مستقیم سے بھٹکا نہ دیں ۔ میرا یہ کہنا شاید بڑا بول نہ سمجھا جائے گا کہ میں اب کبھی موسیقی کا شغل اختیار نہیں کروں گا ۔ لیکن اس کے ساتھ انشاء اللہ کہے بغیر بات مکمل نہیں ہوسکتی ۔

س : ۔ تو اب آپ کیا پیشہ اختیار کریں گے ؟

ج : ۔ میں دراصل صرف اللہ کا کام کررہا ہوں ۔ وہی میری دستگیری کررہا ہے اور اس نے ایسا انتظام فرما دیا ہے کہ میں اپنا کام جاری رکھ سکوں ۔ میری خواہش ہے کہ میں برطانیہ میں تبلیغ اسلام کی خدمت بجا لاسکوں اس کے لئے مجھے خواہ کچھ ہی کرنا پڑے اور کسی بھی حیثیت سے خدمت انجام دینی پڑے ۔ اسلامی برادری روز بروز مستحکم ہورہی ہے ۔ اس وقت میرا کام عربی زبان کی تحصیل ہے ۔ میری بڑی آرزو ہے کہ میں قرآن کو سمجھ سکوں ۔ بہت سارے مسلمان عربی پڑھ سکتے ہیں اور ان کے لئے یہ کوئی خاص بات نہیں ۔ لیکن مجھے ابھی تفہیم قرآن کا مرحلہ طے کرنا ہے ۔

ہر آیت مکمل ہدایت ہے اور بذات خود ایک باب کا درجہ رکھتی ہے ۔ مجھے اکثر یہ دیکھ کر بڑا افسوس ہوتا ہے کہ لوگ قرآن کا مناسب احترام نہیں کرتے اور اسے معمولی بات سمجھتے ہیں ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور سب زمانوں کے لئے کارآمد ہے ۔ یہ ہر سچے دیندار کے لئے ایک مرکزی حیثیت کا حامل ہے ۔

س : ۔ برطانیہ کے غیر مسلموں میں تبلیغ دین کی سرگرمیوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے ؟

ج : ۔ اس سلسلے میں ہمیں احتیاط برتنی چاہئے اور عیسائیوں کا طریق کار اختیار نہیں کرنا چاہئے ۔ یہ ہم سب کی ایک بڑی ذمہ داری ہے ۔ اسلام کا پیغام صرف زبان سے ہی نہیں پھیلانا چاہئے ۔ پہلے تو آپ اس

بات کو یقینی بنائیں کہ آپ کے اپنے اعمال درست ہیں۔ پھر سادہ اور واضح طریقے سے انہیں خوشخبری سنائیں کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد (کہیئے کہ وہ اللہ ایک ہے) اس بات کی کوشش نہ کریں کہ اسلام کا پورا پیغام ایک ہی بار منتقل کر دیا جائے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یمن روانہ کیا تو اُن سے فرمایا کہ تم ان لوگوں کی طرف جا رہے ہو جو اہل کتاب ہیں لہذا انہیں سب سے پہلے توحید کی دعوت دینا جب یہ بات ان کی سمجھ میں آجائے تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے دن رات میں پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ اگر وہ نمازیں ادا کرنے لگیں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی جائیدادوں میں سے زکوٰۃ دینے کی تاکید فرمائی ہے۔ یہ زکوٰۃ ان میں سے مال دار لوگ ادا کریں گے اور محتاجوں میں تقسیم کی جائے گی۔ اور اگر وہ اس پر رضامند ہو جائیں تو ان سے زکوٰۃ وصول کر لینا۔ لیکن لوگوں کی بہترین جائیدادوں سے درگذر کرنا۔

ایک مسلمان کو اول تو خوش خلق، مہربان اور متواضع ہونا چاہیے کہ یہ اوصاف خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں موجود تھے۔ اگر ہم لوگوں کے سامنے بڑی منطقی بحثیں کرتے رہیں تو شاید وہ ہم سے متفق بھی ہو جائیں گے لیکن وہ ہم سے رخصت ہوتے ہی یہ سب باتیں فراموش کر دیں گے کیوں کہ انہوں نے ہمیں عملی طور پر کچھ کرتے نہیں دیکھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجسم تھے۔ یہی بنیادی بات ہے۔ قرآن کو صرف پڑھ لینا کافی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام انسان کی تکمیل کے لئے صادر فرمائے گئے اور قرآن انہی احکام کا مجموعہ ہے۔ آپ اسے صرف زبانی تبلیغ و بیان کے لئے استعمال نہیں کر سکتے۔ بلکہ اس پر عمل درآمد بہت ضروری ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ باتیں کم کریں اور عمل زیادہ۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے ہی کسی شخص کو قبولِ اسلام کی توفیق ملتی ہے۔

س:۔ اس ملک میں ذرائع ابلاغ سے اسلام کے خلاف زبردست پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ بہت سے لوگ اسلام کے بارے میں معلومات حاصل ہی نہیں کر سکتے۔ یا صحیح صورتِ حال سے واقف نہیں ہو پاتے۔ ہم ان تک اپنی بات کیسے پہنچا سکتے ہیں۔ یا انہیں کم از کم اتنا بتانے کی کوشش کر سکتے ہیں کہ صحیح اسلام ہے کیا؟

ج:۔ میں یہ بات آپ پر واضح کرنا چاہوں گا کہ لوگ اپنی مرضی کے آپ مالک ہوتے ہیں اور اپنی راہ کا آپ تعین کرتے ہیں وہ سب اس قدر احمق نہیں کہ جو کچھ اخبار میں پڑھیں یا خبروں میں سنیں تو اس پر یقین کر بیٹھیں: تاہم جب وہ خود مسلمانوں کے اعمال و افعال میں کچھ خرابیاں دیکھتے ہیں تو پھر اس بات کا احتمال بڑھ جاتا ہے کہ وہ جو کچھ پڑھتے ہیں اس پر اعتبار کر لیں۔ آپ جانتے ہیں کہ دعوت تو ذاتی طور پر دی جانی چاہیے تبلیغ اسلام کا کام بہترین طور

پر رفاقت کے ذریعے سرانجام پا سکتا ہے۔ آج کی خبر کل پرانی ہو جاتی ہے۔ لوگوں میں اس طرح اشتغال تو پیدا کیا جا سکتا ہے لیکن اس کا دیرپا اثر نہیں ہوتا۔ انہیں حقیقی معنوں میں متاثر کرنے والے درحقیقت وہ لوگ ہوتے ہیں جن سے وہ گھلتے ملتے ہیں اس لئے اگر آپ ایک مسلمان ہیں اور آپ کے قرابت داروں میں سے کوئی شخص اسلامی ضابطوں کا پابند نہیں ہے تو بلاشبہ آپ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ کسی غیر شخص کے پاس جانے سے پہلے اپنے اس قرابت دار کی خبر لیں سب سے پہلے اپنے کنبے کی حفاظت کو یقینی بنانا ضروری ہے صرف مسلمان کہلوا لینے سے ہم سزا سے نہیں بچ سکتے ہم میں سے بہت سارے تو ابھی اسلام کے اصل پیغام سے ناآشنا ہیں۔

یوسف اسلام کا یہ انٹرویو پڑھ کر میں بہت متاثر ہوا اور ان کے بارے میں مزید جاننے کا شوق پیدا ہوا۔ دریافت کرنے پر اتنا معلوم ہوا کہ یہ صاحب لندن ہی میں رہتے ہیں اور انہوں نے تبلیغ دین کے لئے اپنا ایک حلقہ قائم کر رکھا ہے۔ تھوڑے ہی دنوں بعد یہ مژدۂ جاں فزا سننے میں آیا کہ یہ صاحب ۲۸ مئی ۱۹۸۲ کو سکول آف اورنٹیل اینڈ افریقن سٹڈیز کے اسمبلی ہال میں جمعے کی نماز کے بعد خطاب فرمائیں گے۔

میں اپنے کورس کے سلسلے میں لندن یونیورسٹی کے انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن میں آیا کرتا تھا۔ مذکورہ سکول وہاں سے قریب ہی تھا اور میں جمعے کی نماز اکثر وہیں ادا کرتا تھا۔ سکول کے ایک کمرے میں جائے نمازیں اور چادریں بچھا دی جاتی تھیں اور یونیورسٹی کے مسلمان اساتذہ اور طلبہ نماز ادا کرتے تھے۔ باقاعدہ خطبہ ہوتا اور نمازیوں کی تعداد تیس پینتیس کے قریب ہوا کرتی تھی۔ جمعے کی نماز کا وقت ہمارے انسٹی ٹیوٹ میں دوپہر کے کھانے کے وقفے میں پڑتا تھا اور کلاسس دوبارہ شروع ہونے تک میں جمعے سے فارغ ہو کر واپس پہنچ جاتا۔

اس اطلاع سے مجھے بہت خوشی ہوئی چنانچہ میں اور میرے ایک ساتھی پروگرام کے مطابق وہاں پہنچ گئے۔ اس روز اسمبلی ہال کے ایک حصے میں اسلامی کتابوں کی نمائش بھی ہو رہی تھی۔ ایک نظر ان کتابوں پر بھی ڈالی لیکن نگاہیں یوسف اسلام کی جستجو میں تھیں۔

نماز سے پہلے ایک صاحب نے خالص عربی لہجے میں اذان دی۔ جو بڑی مسحور کن تھی۔ یہ صاحب لمبا سفید کرتہ پہنے تھے۔ سر پر چھوٹی سی پگڑی۔ خوبصورت داڑھی۔ متناسب مونچھیں۔ سرخ و سفید رنگت۔ نوجوانی کا عالم چہرے پر اطمینان اور آنکھوں میں کشش ۔۔۔ بعد میں انکشاف ہوا کہ یہی یوسف اسلام ہیں۔

نماز سے فارغ ہوتے ہی جائے نمازیں۔ چادریں وغیرہ سمیٹ دی گئیں۔ ہال کی کرسیاں اور بنچیں ترتیب سے لگا دی گئیں۔ تقریب کا آغاز ہوا اور یوسف اسلام کی تقریر شروع ہوئی۔ میں بڑے اشتیاق اور انہماک سے تقریر سن رہا تھا۔ نظریں مقرر کے چہرے پر جمی تھیں۔ رات کو وہ ساری تقریر یاد کر کے اردو میں قلم بند کی آپ

آپ مطالعہ فرمائیے۔

یوسف اسلام کی تقریر جمعے کا دن بڑا مبارک ہوتا ہے اس روز مسلمان جمع ہو کر جمعے کی نماز ادا کرتے ہیں نماز تو وہ دن میں پانچ بار پڑھتے ہیں۔ لیکن اس روز کا اجتماع اپنی ایک خاص اہمیت اور خصوصیت رکھتا ہے۔ میرے لئے یہ دن اور بھی اہمیت رکھتا ہے کہ میں ایک جمعے کے روز ہی ریجنٹ پارک کی مسجد میں جا کر مشرف بہ اسلام ہوا تھا اور اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر پہلی بار نماز ادا کی تھی۔

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟ یہ قصہ دراصل کچھ یوں ہے کہ ایک پاپ سنگر کی حیثیت سے میری خاصی شہرت ہو چکی تھی۔ میرے کئی گانے بے حد پسند کئے گئے تھے اور لوگوں کی زبانوں پر چڑھ گئے تھے۔ مجھے اپنی شہرت اور کارکردگی برقرار رکھنے کے لئے بڑی جانفشانی سے کام کرنا پڑتا تھا۔ اس کے نتیجے میں شہرت کے ساتھ ساتھ دولت نے بھی میرے پاؤں چومے۔ مجھے دنیا کی ہر نعمت میسر تھی۔ ہر وہ چیز میرے پاس تھی جس کی میں تمنا کرتا تھا لیکن کبھی کبھی میں سوچتا کہ کیا دولت ہی زندگی کا اصل مقصد ہے؟ کیا یہی کامیابی ہے؟ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی میرے دل میں بے اطمینانی کی چبھن محسوس ہوا کرتی تھی۔ میں نے دنیا کے سب مزے لوٹے اور زندگی کے سب ذائقوں سے شاد کام ہوا لیکن کبھی سکون و راحت کا سراغ نہ ملا۔ میں نے مے نوشی میں پناہ ڈھونڈی اور ایک بلا نوش بن گیا۔ اس سے میری صحت بے حد متاثر ہوئی میں ٹی بی میں مبتلا ہو گیا اور چند ماہ تک ہسپتال رہنا پڑا۔

میں ایک کیتھولک عیسائی تھا اور کبھی کبھار سوچتا تھا کہ کیا زندگی کی دلکشی اور دلفریبی میں انہماک اور ہفتے کے چھ روز دنیا کے دھندوں میں اس طرح کے استغراق کی تلافی صرف اتوار کو گرجا کی حاضری سے ہو جاتی ہے؟ اس طرح کی مادہ پرستانہ دنیاداری اور ہمارے مذہب کے تقاضوں کا باہمی ربط کیا ہے؟ ایسی باتوں پر غور کر کے میں پریشان ہو جاتا۔ اور مجھے کہیں سے اپنے ابھرتے ہوئے سوالوں کا جواب نہ ملتا۔ میں نے اطمینان قلب کے لئے ہر راہ اپنائی لیکن تھوڑی دور چل کر احساس ہو گیا یہ راہ منزل تک نہیں پہنچا سکتی۔

میں بچپن ہی سے ایک فنکار بننے کے خواب دیکھا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک گلوکار بننے کے لئے میں نے بڑی مشقت کی۔ پھر مجھے ایک رقاص بننے کی سوجھی۔ ان مشاغل کے ساتھ ساتھ میری روحانی جستجو کا سفر شروع ہو چکا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ اپنی عمر کے انیسویں برس جب کہ میں اپنی شہرت کی بلندیوں پر تھا۔ مجھے ایک ذہنی کرب کا احساس ہوا میں مادی چیزوں میں کھو چکا تھا لیکن کبھی کبھی وہ سب کچھ مجھے بے اصل اور ہیچ معلوم ہونے لگتا تھا۔ ایک بار تو سکون کی تلاش میں میں نے بدھ مت کا پیروکار بننے کی ٹھان لی۔ لیکن اس کے مطالعے سے پتہ چلا کہ ایک بھکشو کی زندگی ایک عام شخص کی زندگی سے یکسر مختلف ہے۔ پھر وہ زندگی بھی کیا ہوئی کہ آپ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اور سب سے قطع تعلق کر کے جنگل بیابان کی راہ لیں اور زندگی کی کوئی سرگرمی باقی نہ رہے۔

کبھی مجھے یوگا نے بڑا متاثر کیا۔ اس کی مختلف مشقیں مجھے پسند آئیں اور کبھی کبھی مجھے قدرے اطمینان کا احساس بھی ہوا۔ لیکن جلد ہی ظاہر ہو گیا کہ یوگا یا اس قسم کے اور سب طریقے زندگی کی حقیقت نہیں ہیں۔ ان میں سے کسی کو آپ زندگی کا لائحہ عمل قرار نہیں دے سکتے۔ ان کے اصول قاعدے بظاہر کتنے ہی بھلے کیوں نہ لگتے ہوں۔ زندگی کی ساری وسعتوں اور عملی ضرورتوں کو محیط نہیں ہیں۔ آپ اپنے سارے سوالوں کا جواب ان سے طلب نہیں کر سکتے مختلف طریقوں اور مذہبوں میں بعض بعض باتیں بہت ہی عمدہ اور دلکش دکھائی دیتی ہیں۔ لیکن زندگی کی مکمل رہنمائی میسر نہیں آتی۔ اور حقیقت کا انکشاف نہیں ہوتا۔ چنانچہ یہ سوچ سوچ کر میرے گرد مایوسی اور اداسی کا ایک پردہ چھا گیا۔

میری عمر اب پچیس برس کے لگ بھگ ہو گئی۔ اور کام حسب معمول ہو رہا تھا۔ انہی دنوں میرے بڑے بھائی ڈیوڈ کو یروشلم جانے کا اتفاق ہوا۔ یہ ان کا ایک ایسا سفر تھا جس کا ایک مقصد مقدس مقامات کی زیارت بھی تھا شاید وہ وہاں جا کر دیکھنا چاہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہاں پیدا ہوئے انہوں نے اپنی زندگی کے دن کہاں کہاں گذارے اور کس کس مقام پر تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیا۔ شاید وہ اطمینانِ قلب کی خاطر وہاں گئے تھے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ انہیں وہاں کچھ نہیں ملا۔

ایک روز وہ گھومتے پھرتے مسجد اقصیٰ میں جا نکلے۔ وہ اس کے جمال اور وقار سے قدرے متاثر ہوئے اور وہاں ایک خاص طرح کا روحانی سکون محسوس کیا۔ مسیحی اور یہودی عبادت گاہوں کے برعکس یہاں ان کا ایک مختلف تجربہ ہوا۔ کشادہ اور مسجد میں نمازیوں کی سجدہ ریزی کا سکون بخش منظر انہیں کہیں دکھائی نہ دیا تھا۔ وہ اس سے پہلے کبھی کسی مسجد کے اندر نہیں گئے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ یہاں کوئی راز نہیں ہر شے عیاں اور کھلی ہے۔ بہر حال انہوں نے انگلستان پہنچتے ہی قرآن شریف کا ایک ترجمہ خرید لیا۔ انہوں نے شاید اس کا تھوڑا بہت مطالعہ بھی کیا اگرچہ ہم بھائیوں کے درمیان تحفوں کا تبادلہ شاذ ہی ہوا ہے۔ لیکن انہوں نے یہ انگریزی ترجمہ بطورِ تحفہ مجھے عنایت فرمایا۔ شاید یہ سوچ کر کہ مجھ پریشان خاطر کو ہدایت کی زیادہ ضرورت تھی۔

الحمدللہ کہ میں نے قرآن شریف کا مطالعہ شروع کیا جوں جوں میں آگے بڑھتا گیا مایوسی اور اداسی کا پردہ چاک ہوتا چلا گیا۔ رفتہ رفتہ زندگی کا ایک واضح مفہوم میری سمجھ میں آنے لگا۔ زندگی کی روشنی مجھ پر طلوع ہونے لگی اور حقیقت کے انکشاف کا آغاز ہو گیا۔ میں آہستہ آہستہ اپنے گرد و پیش، اپنے ماحول اور اپنے دوستوں سے بیزار ہونے لگا۔ اور ان سے کنارہ کشی اختیار کرتا گیا۔ اس سلسلے میں مجھے بڑی دشواری کا سامنا ہوا۔ میں اپنے اندر جو تبدیلی محسوس کر رہا تھا اس کا اظہار میرے گیتوں میں بھی ہونے لگا۔

قرآن شریف کے مطالعہ سے مجھ پر یہ حقیقت کھل گئی کہ میں جو مکمل نظام حیات تلاش کر رہا تھا اور جس حقیقت

کے حصول کے لئے بھٹکتا پھر رہا تھا وہ اسلام کی راہ پر چلنے ہی سے حاصل ہو سکتی ہے شک کے سب کانٹے نکل چکے تھے اور ایمان کے تازہ پھول کھلنے لگے تھے۔ میں کوئی ڈیڑھ سال تک قرآن شریف کو بار بار پڑھتا رہا اور سوچتا رہا کہ شاید میں اسی کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ اور یہ میرے لئے تخلیق ہوا ہے۔ میں اب تک کسی مسلمان سے نہیں ملا لیکن مجھے احساس ہونے لگا کہ مجھے جلد ہی یا تو مکمل طور پر ایمان لے آنا ہو گا یا موسیقی کے دھندے ہی میں پھنسے رہنا ہو گا۔ یہ وقت میرے لئے بڑا کٹھن تھا۔

ایک روز کسی نے لندن کی ایک نئی مسجد کا تذکرہ کیا۔ قبولِ دین کا لمحہ آ پہنچا تھا ۱۹۷۷ء کا موسم سرما تھا کہ ایک جمعے کے روز میرے قدم مسجد کی طرف اٹھنے لگے۔ جمعے کی نماز کے بعد میں نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا اور اس طرح مسلمانوں سے میرا پہلا رابطہ قائم ہوا۔

مجھے قرآن شریف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نظر آئے جن کی اپنی ایک شخصیت تھی اور جن کا اپنا ایک پیغام تھا۔ وہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اور رسول تھے۔ اُن کی صرف ایک ہی تصویر ابھرتی ہے اور وہ ایک انسانی تصویر ہے۔ دنیا کے مختلف گرجاؤں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بنی ہوئی تصویریں اور مورتیاں ایک دوسرے سے مختلف ہیں وہ مختلف شخصیتوں کو نمایاں کرتی ہیں لیکن وہ نہ خدا تھے۔ نہ خدا کے بیٹے۔ قرآن شریف میں ان کی صحیح شخصیت کا تصور واضح ہوتا ہے۔

مجھے اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی نظر آئے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اپنے بیٹے کی قربانی پیش کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ وہ آزمائش میں پورے اترے اور اللہ تعالیٰ نے قربانی کے لئے ایک مینڈھا بھیج دیا۔ تب سے انسانی قربانی کا تصور ختم ہوا اور جانور کی قربانی کی روایت قائم ہوئی۔

بہرحال سب پیغمبر خدا کے بھیجے ہوئے ہیں۔ لہٰذا سب قابلِ احترام ہیں۔ اور سب کے بعد تشریف لانے والے حضورِ اکرم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ جن کا پیغام رہتی دنیا تک کے لئے ہے اب یہ ہمارا کام ہے کہ ان کی بتائی ہوئی راہ پر گامزن رہیں اور دنیا و آخرت کی سعادتیں حاصل کریں۔

الحمد للہ! میں ایک مسلمان کی حیثیت سے بہت خوش ہوں۔ میری بیوی بہت اچھی مسلمان ہے۔ ہم اپنے بچوں کو بھی بہت اچھا مسلمان دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور اسلام کی خدمت میں زندگی گذار دینا چاہتے ہیں ؂

★ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جب لوگ اپنی قبروں سے نکالے جائیں گے تو جو لوگ متکبر تھے اپنے بڑائی کے زعم میں دوسرے کی حقارت کرتے تھے۔ وہ قبروں سے سب سے چھوٹی چیونٹی کی صورت میں اٹھائے جائیں گے۔ اور نہایت ذلیل ہوں گے۔

ڈاکٹر سید چراغ حسین شاہ صاحب
جمرود۔ خیبر ایجنسی

پشتون تاریخ پر روشنائی تحریک کے اثرات

اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ فضل بے پایاں ہے کہ آج الحق رسالہ منظورِ نظر خاص وعام ہے۔ آج سے چند سال پیشتر جو حضرات اس رسالے کی خرید اس وجہ سے کیا کرتے تھے کہ اس علاقے کی ایک عظیم دینی درسگاہ کے ساتھ ایک حقیر امداد ہے۔ آج وہ اس رسالے میں شائع ہونے والے قیمتی، علمی، تحقیقی، سیاسی، دینی اور ادبی مضامین کو بصد شوق پڑھتے ہیں۔ مالک حقیقی آپ کو اس کا اجر نیک دے۔ آمین

اسی رسالے میں تحریک روشنیہ کے بارے میں ڈاکٹر عبدالرشید صاحب کا مضمون بھی پڑھا۔ مجھے ادارے کی اس رائے سے اتفاق ہے کہ تحریک کے بانی ایک متنازعہ شخصیت رہی۔ اس لئے میں نے بھی آپ کے اظہارِ خیال کی دعوت پر اس موضوع پر ایک مقالہ لکھا کہ شاید کچھ نئے گوشے سامنے آجائیں۔ اتفاقاً انہی دنوں رئیس المحققین قاضی عبدالحلیم اثر افغانی صاحب کا راقم الحروف کے نام اسی موضوع پر ایک خط ملا۔ قاضی صاحب کا حکم تھا کہ میں ان کے اس مقالے کو اردو میں ترجمہ کرکے الحق کو بھیج دوں۔ ان کا یہ بھی بیان ہے کہ الحق کے سرپرست حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ صرف کی کتاب مراح الارواح میں ان کے ہم درس رہ چکے ہیں اس لحاظ سے آپ ان کے بھتیجے ہوئے۔ انہوں نے آپ کو بھی سلام لکھا ہے

پشتو زبان میں آج شعر وادب، تاریخ، تہذیب اور ثقافت کا جو تھوڑا بہت ذخیرہ موجود ہے۔ پشتون اس کے لئے دین اسلام کی آمد کا ممنونِ احسان ہے۔ اسلام کے ظہور سے پہلے پشتون کا بطور ایک قوم نہ کہیں ذکر تھا نہ اس کے دامن میں علم وادب کے فن پارے موجود تھے۔ نہ شاعر تھے اور نہ ہی ان کے پاس تہذیب و ثقافت کا اثاثہ تھا۔ اس لحاظ سے پشتون اور اسلام لازم وملزوم تو کیا بلکہ تاریخی باپ اور بیٹا ہیں۔ پشتونوں کے آباؤ اجداد نیک لوگ تھے۔ ان کو اسلام کا یہ احسان یاد تھا۔ اسلام کے ایک اور جلیل القدر فرزند محمود غزنوی کو اپنا والد کہتے تھے۔

نہ نو بیے دَ خالد غزنوی دَ دے والد

یہ اسلام کی برکات تھیں، وہ جو کبھی بکھرے ہوئے تھے ان کو یکجا کر دیا۔ ان کو جہانگیری و جہانبانی کے اصول بتلائے۔ ان کے لوٹ مار اور ناجائز قتل و قتال کی عادت بد کو جہاد کی مقدس عبادت میں بدل دیا۔ چچا زاد کے ساتھ دشمنی (تربورگنی) کو ایک بھائی کے ساتھ محبت اور بھائی چارے میں بدل دیا۔ ایک بھائی کو دوسرے بھائی کے حقوق بتلائے۔ غرض ان شتر بے مہار قبیلوں کو یکجا و متفق کر کے ایک عظیم قوم کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کیا۔

پشتون اس وقت پیدا ہوا جب اس نے اسلام قبول کیا۔ تب یہ فاتح۔ بادشاہ۔ شاعر۔ ادیب۔ عالم اور سب سے بڑھ کر ایک تہذیب و ثقافت کا مالک بنا۔ اسلام دنیا کی اور قوموں نے بھی قبول کیا ہے لیکن ان سب کا ماضی اسلام سے پہلے بھی تابناک اور شاندار تھا۔ یہ لوگ تہذیب۔ شان و شوکت۔ بہادری۔ غیرت اور علم میں اگر آج کے پشتونوں سے بڑھ کر نہ تھے تو کچھ کم بھی نہ تھے۔ عرب اسلام کے ظہور سے پہلے ایک متحرک اور روشن ثقافت و تہذیب کے مالک تھے۔ ان کا ادب و شعر کا ذخیرہ فصاحت و بلاغت کے فن پاروں سے مالا مال تھا۔ وہ دنیا میں ایک قوم کے غلام بھی نہ رہے تھے۔ یہی حالت یونانیوں۔ ایرانیوں اور ترکوں کی تھی۔ ان اقوام پر اسلام کے احسانات اس قدر نہیں جس قدر پشتون قوم پر ہیں۔ شاید اسلام سے پہلے اپنے مزاج اور ساخت کے لحاظ سے منفرد یہ قوم آریہ یا بنی اسرائیل کے نام سے پہچانی جاتی ہوگی۔ لیکن پشتون کے نام سے صرف اس وقت معروف ہوئی جب اس قوم کے افراد اسلام کے فیوض و برکات سے مستفید ہوئے۔ اسلام نے اس قوم کو بام عروج تک پہنچایا اور آنے والے وقت میں بھی اس کی بقا کا راز اسلام اور صرف اسلام میں ہے۔

محققین میں سے بعض کا دعویٰ ہے کہ پشتون آریہ ہیں اور ہیرو ڈوٹس کے ذکر کردہ ایک قبیلے پکٹویک کا رشتہ پشتون سے جوڑ دیا۔ کوئی رگ وید اور پران میں ایسے قبیلے تلاش کر رہا ہے جو لفظ پشتون سے کچھ صوتی مناسبت رکھتے ہوں۔ ایک اور مکتب فکر کے حامل محققین نے بائبل میں ذکر شدہ ایک نامانوس قبیلے بنی بخت سے پختون مطلب لیا۔ یہ سب نظریے ظنی۔ قیاسی اور تخمینی ہیں۔ اور ایک غلط استدلال اور باہمی علمی چپقلش کی پیداوار ہیں۔ اس علمی اور تحقیقی مسئلے کا صرف ایک ہی حل ہے ع

سوئے مادر آکہ تیمارت کند

پشتونوں کو چاہیے کہ اس آب حیات کی طرف دوبارہ مکمل رجوع کریں جس سے ماضی میں ان کے مشاہیر پیر روشان۔ شیر شاہ سوری۔ خوشحال خان خٹک اور احمد شاہ ابدالی نے زندگی کی حرارت۔ طاقت اور ہمت پائی۔ ہمیں لادینی۔ غیر انسانی اور غیر اخلاقی تہذیبوں کے ساتھ رشتہ جوڑنے کی بجائے اپنے روشن اور تابناک مستقبل کی طمع، مکے۔ مدینے اور نجف سے کرنی چاہیے۔ اور اپنی نشاط ثانیہ کے لئے قوت اور طاقت ان ہی مقدس مقامات سے حاصل کرنی چاہیئے۔

آج ہم اس مضمون میں ان ہی مشاہیر میں سے ایک بایزید انصاری المعروف پیر روشان پیر تاریک کے حالاتِ زندگی، صوفیانہ مسلک، مغلوں کی سیاسی حکمت عملی اور اس تحریک کی شدید مخالفت کرنے والے بزرگوں کا مطمع نظر اختصار سے بیان کریں گے۔

پشتون قوم کی سیاسی نشاطِ ثانیہ کی تین تحریکیں مختلف ادوار میں اٹھیں اور اس قوم کی خاصی اکثریت کو متاثر کر گئیں۔ ان میں سب سے پہلی تحریک جنوبی وزیرستان کے مقام کانیگرام سے شروع ہوئی۔ اور روشنائی تحریک کے نام سے تاریخ کے صفحات پر اپنا نام ثبت کر گئی۔ مغلیہ سلطنت کی بنیادیں ہلا دینے والی اس تحریک کا بانی مبانی بایزید انصاری تھا جس کو اس کے معتقدین پیر روشان کے نام سے پکارتے رہے۔ لیکن مغل دربار کے نورتن ابوالفضل نے اسے پیر تاریک[ا] کا نام دیا۔ پیر بابا اور ان کے خلیفہ اخوند درویزہ نے اس تحریک کی شدت سے مخالفت کی۔ دوسری تحریک بھی اس وقت اٹھی جب روشنائی تحریک تقریباً دم توڑ چکی تھی۔ بایزید کی اولاد کو ہندوستان کے مختلف علاقوں میں جاگیردار اور منصب دار بنا دیا گیا تھا۔ اور تحریک کی بنیادی کتابیں ناپید ہو چکی تھیں۔ اس دوسری تحریک کے روح رواں ایمل خان، دریا خان اور خوشحال خان تھے۔

پشتونوں کی سیاسی بیداری کی تیسری بڑی تحریک انگریزی دور کے آخری سالوں میں حاجی صاحب ترنگ زئی اور ان کے ساتھیوں نے چلائی۔ ان تینوں تحریکوں میں اول الذکر اور آخر الذکر تحریکیں مذہبی اور سیاسی دونوں رنگ لیے ہوئے تھیں۔

__پیر روشان__ خداداد صلاحیت، انقلابی ذہن اور بلند خیال کا حامل یہ شخص ۹۳۱ھ کو شہر جالندھر (انڈیا) میں پیدا ہوا۔ والد کا نام شیخ عبداللہ تھا جو کانیگرم کے ایک علمی گھرانے کا فرد تھا۔ بایزید کا جدت پسند دماغ ارد گرد میں مروّج روایتی مذہبی علوم، صوفیانہ خیالات اور رسومات کا متحمل نہ ہو سکا۔ باپ نے اسے بہاالدین[۲] زکریا ملتانی کے خانوادے سے بیعت ہونے کو کہا جو ہندوستان میں طریقہ سہروردیہ کی سب سے بڑی خانقاہ تھی اور جہاں سے بایزید کے آبا و اجداد بھی بیعت تھے۔ بایزید نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ اور جب اسے کوئی اور پیر کامل نہ مل سکا تو ذاتی مجاہدوں اور سخت ریاضتوں کے بعد ایک نیا صوفیانہ مسلک ایجاد کرنے

[ا] اخوند درویزہ کا بیان ہے کہ بایزید کو پیر تاریک سب سے پہلے اخوند صاحب کے استاد ملا زنگی یا پیر بابا نے کہا تھا لیکن جناب امیر حمزہ شنواری چشتی نظامی نیازی اس سلسلے میں ابوالفضل کا نام لیتے ہیں۔ (راقم)

[۲] وحدۃ الوجود کو پہلے پہل سہروردی حضرات ہندوستان لائے حضرت زکریا ملتانی وغیرہ۔۔۔۔ (بحوالہ سلوکِ سلیمانی از مولانا اشرف صاحب)

میں کامیاب ہوگیا۔ اس روشنائی مسلک کا ہادی کامل وہ خود تھا۔ کتاب خیرالبیان اس کے مسلک کے رموز و اسرار کی ترجمان تھی جو بقول اس کے اس پہ الہام ہوئی تھی۔ اس کتاب میں ارکانِ خمسہ کے ظاہری مفہوم کے ساتھ ساتھ ان کے باطنی مطالب پر زیادہ زور دیا گیا تھا۔ اس کا مسلک وحدۃ الوجودی صوفیا سے ملتا تھا۔ اس نے گداگری کو خلافِ شرع قرار دے کر حرام بتایا۔ ایک بیت المال قائم کیا جس میں مالِ غنیمت کا خمس داخل ہوتا تھا۔ اس کی یہ تحریک جو پہلے پہل خالص مذہبی نوعیت کی حامل تھی رفتہ رفتہ سیاسی رنگ اختیار کرتی گئی۔ وہ اپنے وطن کانیگرام سے دوڑ قوم کے پاس اپنا پیغام لے کر گیا۔ وہاں سے ورک زیوں اور آفریدیوں کو متاثر کرتا ہوا وہ مہمند قبائل کے علاقہ میں داخل ہوا۔ غوریہ خیل اور ہشتنغر کے محمد زئی اس کے کٹر مرید بنے۔ یہیں سے اس نے مغل اقتدار کو للکارا۔ یوسف زئی قوم کی اکثریت بھی اس کے ساتھ ہوگئی۔ کابل کی حکومت نے محسن خان غازی کو اسے گرفتار کرنے کے لئے بھیجا۔ بایزید پکڑا گیا۔ اور کابل کے فرماں روا مرزا حکیم کے دربار میں پیش ہوا۔ علماء نے اس کے ساتھ مباحثہ کیا۔ لیکن قاضی الوقت اس کے مسلک میں کوئی خلافِ شرع بات نہ پا سکا۔ اور اس طرح بایزید کو رہا کر دیا گیا۔ یہاں سے وہ تیراہ کے دشوار گزار علاقہ میں پہنچا۔ آفریدیوں اور بنگشوں کی مدد سے مغلیہ سلطنت کا سخت دشمن بن بیٹھا۔ ایک لشکر جرار لے کر وہ ہشتنغر پہنچا۔ مغل فوجوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ یہاں وہ بیمار ہوا اور ۹۸۶-۸۷ھ کے لگ بھگ فوت ہوا۔ اس کے جائے مدفن میں اختلاف ہے بہرحال خیدک (شمالی وزیرستان) بٹہ پور کے پہاڑوں۔ کانیگرم کے عید گی مقبرے یا کوٹلہ محسن خان (پشاور) میں سے کسی ایک جگہ وہ دفن ہے۔

آزادی کی جو مشعل بایزید نے روشن کی تھی اس کے بیٹوں اور پوتوں نے اسے بجھنے نہ دیا۔ اس کا سب سے چھوٹا بیٹا جلال الدین ۱۰۱۰ھ میں بمقام غزنی ہزارہ قبیلے کے ہاتھوں مارا گیا۔ جلال الدین کی وفات کے بعد احداد تخت نشین ہوا۔ وہ تیراہ سے اتر کر علاقہ خٹک اور لوانغر کے آس پاس مقیم ہوا۔ لیکن چھ مہینے کے محاصرے کے بعد مغلوں کے ہاتھوں ۱۰۳۵ھ میں مارا گیا۔

یہ تحریک اس وقت اختتام کو پہنچی جب اس کے سرغنہ عبدالقادر خان نے مغلوں کے ساتھ صلح کر لی۔ بعد میں وہ بمقام پشاور ۱۰۴۲ھ میں فوت ہوا۔ جلال الدین کی اولاد اور رشتہ دار مغلوں کی منصب دار اور جاگیر دار بنی روشنائی تحریک پشتونوں کے تقریباً تمام قبائل میں اپنا اثر رسوخ قائم کر چکی تھی۔ دوڑ۔ ورک زئی۔ آفریدی

لہ خوشحال خان خٹک کے بقول " پشتون ایک غیرت مند اور خود دار قوم تھی۔ اخوند درویزہ نے اسے دیوانہ گر بنا دیا۔ (بحوالہ تاریخ سوات از میاں عبدالودود صاحب سابق والیٔ سوات)

تیراہی بنگش خلیل مہمند یوسف زئی اور قندہاری روشنائی تحریک کے ممد ومعاون تھے۔ صرف اریاب، تمری خٹک اور ورک زئیوں کے ملک تور کا قبیلہ مغلوں کے حامی تھے۔

بایزید کی تصانیف درج ذیل ہیں:-

۱۔خیر البیان۔ ۲۔صراط التوحید۔ ۳۔مقصود المومنین۔ ۴۔فخر الطالبین۔ ۵۔حالنامہ۔ ۶۔مکتوبات۔ ۷۔ واجبید دے اشلوک۔

بایزید کے پانچ بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ ۱۔شیخ عمر۔ ۲۔خیر الدین۔ ۳۔نور الدین۔ ۴۔کمال الدین۔ ۵۔جلال الدین ۶۔کمال خاتون۔

بایزید کے چند مشہور خلفا یہ تھے۔ ۱۔مودود۔ ۲۔ارزانی۔ ۳۔ماصل۔ ۴۔دولت۔ ۵۔ملا عمر خویشکی۔ ۶۔محمد۔ ۷۔بایزید دوڑ۔ ۸۔درویش داد۔ ۹۔یوسف۔ ۱۰۔ایوب۔ ۱۱۔ملا زکریا۔

محقق بے بدل جناب عبد الحلیم اثر افغانی صاحب پیر روشان اور پیر بابا کی مخالفت، مغلوں کی حکمت عملی اور پشتون تاریخ پر اس کے اثرات کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

" بعض پشتون خوا کے مورخوں نے پیر روشان پر تحقیقی کام کیا ہے۔ لیکن انہوں نے بھی مغلوں کی سیاسی حکمت عملی پر بحث نہیں کی۔ ان محققین نے اس نکتے پر بڑا زور دیا ہے کہ پیر بابا مغلوں کا رشتہ دار تھا اس وجہ سے انہوں نے پیر روشان کی مخالفت کی۔ حالاں کہ انہوں نے اس بات پر توجہ نہیں دی کہ پیر بابا کی چھٹی پشت پر جد امجد احمد بیگم پر امیر تیمور کی ہمشیرہ بیاہی ہوئی تھی۔ اور یہاں پر براہ راست پیر روشان کا دادا بایزید اول امیر تیمور کے پوتے ابو سعید مرزا[ل] کا داماد ہے۔

سوال مغلوں کی رشتہ داری کا نہیں۔ اصل مسئلہ پشتونخوا پر پشتونوں کے ایک آستانہ دار انصاری گھرانے کی حکومت کا تھا مغل بادشاہ جہانگیر نے احداد روشنائی کو قتل کر کے اس کا سر لاہور کے شاہی قلعے کے دروازے پر لٹکا دیا۔ سوال حکومت اور حکمرانی کا تھا۔ مغل حکمرانوں میں سے اورنگ زیب عالمگیر ایک بزرگ بادشاہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس بزرگ بادشاہ نے اپنے باپ شاہجہان اور اپنے سگے بھائیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ غازی احمد شاہ ابدالی کے بیٹوں نے بادشاہت کی تگ و دو میں ایک دوسرے کی آنکھیں نکال لیں۔ مغلوں نے روشنائیوں کے ساتھ جیسا بھی سلوک کیا وہ اقتدار کے لئے رسہ کشی کا لازمی نتیجہ تھا۔ ہمیں جس مسئلے پر بحث کرنی

ل تو ضمنی اثر صاحب کی یہ تحقیق بڑی اہم ہے اس کے لئے انہوں نے تاریخ معصومی اور حالنامے کا حوالہ دیا ہے جہاں تک تاریخ معصومی کا تعلق ہے وہاں اس قسم کے کسی رشتے کا ذکر نہیں۔ واللہ اعلم (راقم)

چاہئے وہ مغلوں کی سیاسی حکمت عملی ہے جس کے ذریعے انہوں نے پشتونوں کو پشتونوں سے مروایا۔ رہا سید علی ترمذی پیر بابا اور ان کے مرید اخوند درویزہ اور پیر روشان کے درمیان مخالفت کا سوال ۔ تو میرے خیال میں اس کی نوعیت مذہبی تھی نہ کہ سیاسی۔ پیر روشان کے افکار و خیالات اور وحدت الوجود کے مسئلے پر اس کا حد سے گزر جانا اس اختلافات کی بنیاد تھے۔ اور مغل سیاسی کارکنوں نے اس سے فائدہ اٹھایا۔

پیر روشان کے پوتے مرزا انصاری کا شعر ہے ؎

د کثرت نه په وحدت شه کډ به واده معرفت شه

پیر روشن کے مسلک کے ایک اور شاعر میاں واصل ابن اخوند قاسم کا شعر ہے ؎

نقطۂ وحدت میسر کے بجز کامل شود ۔ بحر گردد قطرۂ با بحر چوں واصل شود

پیر روشان کے خلیفہ اکبر عزیز بن ارزانی کا یہ شعر

دل دیوانه شد آئینه دار شاہد وحدت ۔ دوئی بگذاشتیم بیرون ز قید ما و من رفتیم

یہ تمام چیزیں برداشت کرنے کی ہیں لیکن پیر روشان کے انا سبحانی[1] کے نعرے

بایزید سبحانی اورے د خپل ھی ذړه له هیکله

د ملا په کتاب نشته دے کلام کړی له مجمله

اس طرح پیر روشان کے ایک مرید مخلص کا یہ کہنا ؎

د کثرت په میدان راغے باطن یو ظاهره دوده

د کثرت لباس ئے واغوست له مسلم اوکه هندو ده

اخوند درویزہ بابا جیسے میاں محمد عمر چمکنی نے اپنی تالیف خزینۃ الاسرار (قلمی نسخہ پشتو اکیڈمی کابل) میں غوث الخلائق اور قطب الارشاد کہا ہے۔ اس عظیم الشان بزرگ اور عالم کو تو چھوڑیں ایک معمولی عالم بھی یہ بات نہیں مان سکتا کہ خداوند پاک جب وحدت سے کثرت کے میدان میں آتا ہے تو کبھی ہندو بن جاتا ہے اور کبھی مسلمان خود مساجد بھی ہوتا ہے اور مسجود بھی۔ غرض یہ مشکلات پیر روشان کی سیاست نے پیدا نہیں کی تھیں بلکہ مشکلات اس کے انتہا پسند تصوفی مسلک کی پیدا کردہ تھیں۔ اگر یہ بد قسمتی پیش نہ آجاتی تو آج پشتونخوا کا نقشہ ہی دوسرا ہوتا۔ اس مسئلے پر میں کیا کہوں گا اور دوسرا کیا لکھے گا۔ دوسروں کو برا بھلا کہنے کی بجائے اپنی غلطی تسلیم کر لینی چاہئے۔"

---

[1] سبحانی ما اعظم شانی کا نعرہ بایزید بسطامی سے منسوب ہے ان دو بزرگوں کے ناموں اور افکار میں مماثلت ایک تاریخی اتفاق ہے (راقم)

راقم الحروف کے خیال میں روشنائی اور ان کے مدمقابل اخوند درویزہ کے مکتب فکر کے بزرگ دونوں افراط وتفریط کا شکار رہے۔ پیر روشان اگر اہلسنت والجماعت کے چہار سلاسل طریقت میں سے کسی ایک میں بیعت ہوتے تو ان کے وحدت الوجودی تصورات انتہا پسندی کی حد تک نہ پہنچتے۔ اور ان کے ساتھ ہی ان کو ایک سیاسی فائدہ بھی حاصل ہوتا کہ ان کو صرف ایک سیاسی محاذ پر لڑنا پڑتا۔ اخوند درویزہ بابا کی انتہا پسندی اس بات سے ظاہر ہوتی ہے کہ روشنائیوں وجد موسیقی کے بے حد شائق تھے کے رد میں اس حدیث پاک کو ہی کفار کی افترا قرار دیا جس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت سننے کے واقعے کا ذکر ہے۔ تذکرہ کی عبارت ہے

وردہ واقعۃ ھفتواۃ علی النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حالاں کہ یہ واقعہ بخاری شریف اور مشکوٰۃ شریف دونوں میں درج ہے۔

روشنائی تحریک کے بارے میں اس فقیر پر تقصیر کی رائے وہی ہے جو اس کے جد امجد شیخ المشائخ شاہ ابوبکر اور ان کے بیٹے برہان الدین شاہ منصور نے اپنے اس ہم عصر تحریک کے بارے میں قائم کی تھی۔

روشنائی تحریک مذہبی لحاظ سے ایک صوفیانہ بدعت اور سیاسی لحاظ سے پشتون قبائل کے درمیان نفاق وفساد کا سبب ہے۔ البتہ پشتو ادب کے میدان میں روشنائیوں نے کارہائے نمایاں انجام دے کر اپنے انمٹ نقوش چھوڑے۔ ان میں پشتو زبان کے اولین نثر نگار اور صاحب دیوان شاعر پیدا ہوئے۔ اسی طرح بہادری شجاعت عزم اور دلیری میں وہ ضرب المثل روایات چھوڑ گئے۔ اور آنے والے دور میں حریت فکر اور آزادی وطن کے متوالوں کے لئے ایک روشن مینار بن گئے۔

کتب حوالہ جات۔ ۱۔ مقدمہ خیرالبیان از مولانا عبدالقدوس ہاشمی ۲۔ حال کی بیان از مولانا احمد حسن ۳۔ تذکرہ اخوند درویزہ ۴۔ تاریخ سندھ المعروف تاریخ معصومی از میر محمد معصوم بکھری ۵۔ صراط التوحید بایزید انصاری ۶۔ مقصود المومنین مرتبہ ڈاکٹر میر ولی خان ۷۔ تاریخ سوات میاں عبدالودود صاحب ۸۔ سلوک سلیمانی از پروفیسر مولانا محمد اشرف صاحب ۹۔ سوات نامہ خوشحال خان خٹک ۱۰۔ مکتوب قاضی عبدالحلیم اثر افغانی صاحب۔

مولانا شاہ رسول محدث مردان

۱۳۵۹ — ۱۳۴۹ھ

آپ "بالاگڑھی" ضلع مردان صوبہ سرحد میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کا نام فضل تھا علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے ۱۲۵۹ھ کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔

حصول تعلیم | ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ پھر صوبہ سرحد کے جید علماء سے مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھیں۔ پھر ہندوستان کے علماء سے پڑھتے رہے۔

اعلیٰ تعلیم | کے لئے علامہ رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں گنگوہ پہنچے اور ان سے دورہ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی۔

تدریسی خدمات | فراغت کے بعد وطن واپس آئے اور تدریس شروع کر دی پھر مدرسہ حافظ جی گنج پشاور میں عمر بھر پڑھاتے رہے۔ دورۂ حدیث پڑھانے کا معمول تھا۔ صوبہ سرحد کے مختلف اضلاع کے طلبہ و علماء نے آپ سے تعلیم حاصل کر کے تکمیل کی۔ آپ کے تلامذہ بے شمار ہیں ان میں بطور خاص سید فضل صمدانی اور مولانا سید محمد ایوب پشاوری اور مولانا عبدالرؤف درہنگوی محدث قابل ذکر ہیں۔ پورے ضلع میں آپ کے علم کی شہرت تھی۔ محدث کے نام سے مشہور تھے۔

سیاسی خدمات | انگریز کے سخت خلاف تھے۔ تحریک خلافت اور ہجرت دونوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور قید و بند کی مصیبتیں بھی برداشت کیں۔

وصال | ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۹ھ بروز یکشنبہ وصال ہوا۔ عمر ۹۰ سال کے قریب تھی۔

اولاد | میں دو فرزند حافظ عبدالحلیم اور عبدالحیؒ تھے۔ دونوں کا وصال ہو چکا ہے۔[1]

---

[1] سوانحی تذکرہ کا مواد آپ کے قریبی رشتہ دار مولانا عبدالقدوس فاضل دیوبند ساکن بالاگڑھی مردان سے لیا گیا ہے۔

بلند ہمّت
جوانوں کی پسند
اُجالا ڈینم
اور
صَدف شرٹنگ
مضبوط و دیرپا اجالا واش اینڈ ویر ڈینم
خوشنما رنگوں میں لیجئے
صدف شرٹنگ بہت سے رنگوں میں
دستیاب ہے۔
MADE OF
Toray
TETORON

پاکستان آرمی میں
جونیئر کمیشنڈ آفیسر خطیبوں
کی ضرورت
پاکستان آرمی میں جونیئر کمیشنڈ
خطیبوں کی چند آسامیاں خالی ہیں جنہیں پُر کرنے کے لئے
مطلوبہ قابلیت کے مالک حضرات سے درخواستیں مطلوب ہیں۔
مطلوبہ قابلیت :-
(الف) حکومت پاکستان کے منظور شدہ کسی دینی مدرسہ سے درس نظامی میں فارغ یا فاضل کی سند۔
(ب) پاکستان کے کسی بورڈ سے میٹرک یا سیکنڈری اسکول سرٹیفکیٹ۔
عمر :- یکم فروری ۱۹۸۲ء کو ۲۰ سے ۳۵ سال
عہدہ یا تنخواہ :-
ملازمت کے لئے منتخب امیدواروں کو نائب خطیب (نائب صوبیدار) کا عہدہ دیا جائے گا۔ فوجی وردی کے بجائے
وہ منظور شدہ شہری لباس زیب تن کریں گے جو فوج کی طرف سے مفت مہیا کیا جائے گا۔ فوج کے جونیئر کمیشنڈ افسروں کی طرح
انہیں اوپر والے رینک میں ترقی کی گنجائش ہوگی۔
الاؤنس و دیگر مراعات :-
وہ تمام الاؤنس و مراعات جو فوج کے متقابل جے سی او صاحبان کو حاصل ہیں، انہیں بھی حاصل ہوں گی
مثلاً ذات کے لئے مفت راشن، مفت رہائش (جہاں موجود ہو) ورنہ کوارٹر الاؤنس، اپنے اور بیوی بچوں کے لئے مفت
طبی سہولت، سفری مراعات، پنشن، گریجویٹی اور بیمہ کی مراعات وغیرہ وغیرہ۔
ملازمت کی جگہ :- پاکستان میں یا پاکستان سے باہر کسی بھی جگہ۔
تربیت :- منتخب امیدواروں کو فوجی زندگی سے روشناس کرانے کی خاطر خاص تربیت بھی دی جائے گی
جو دو حصوں پر مشتمل ہوگی۔
طریق انتخاب :-
(الف) - امیدواروں کی سہولت کے مطابق مختلف مقامات پر ابتدائی امتحان اور انٹرویو جس کی اطلاع
امیدواروں کو دے دی جائے گی۔
(ب) - طبی معائنہ۔
(ج) - آخری انتخاب جنرل ہیڈکوارٹرز، راولپنڈی، میں ہوگا جس کے نتیجے کی اطلاع کامیاب امیدواروں کو دے دی جائے گی۔
درخواستوں کی آخری تاریخ :-
درخواستیں مجوزہ فارم پر شعبہ دینی تعلیمات، آرمی ایجوکیشن ڈائریکٹریٹ، آئی جی ٹی اینڈ ای برانچ، جنرل ہیڈکوارٹرز،
راولپنڈی کو ۱۵ فروری ۱۹۸۳ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔ درخواستوں کے فارم مذکورہ بالا شعبہ
دینی تعلیمات سے مبلغ ۲/- روپے کے ٹکٹ لگے ہوئے لفافے بھیج کر حاصل کئے جا سکتے ہیں۔
فارم طلب کرتے وقت اپنی قابلیت اور سند الفراغ کے بارے میں پوری معلومات لکھیں تاکہ فارم ضائع نہ ہوں۔
نوٹ :- جو حضرات دو دفعہ انٹرویو میں ناکام رہے ہوں وہ درخواستیں نہ بھیجیں۔
بے لوث خدمت
بے خوف قیادت
PID — ISLAMABAD
8888 88

از جناب ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب
چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل

اصلاحِ معاشرہ

قرآن حکیم کی روشنی میں

انسان جس معاشرے میں رہتا ہے یقیناً اس کی اصلاح کا فریضہ بھی خود اس پر عائد ہوتا ہے۔ گو اصول یہی ہے کہ ہر فرد اپنے افعال کا خود ذمہ دار اور جوابدہ ہے۔ لیکن معاشرہ کے جو افراد نہ صرف خود با اختیار ہیں بلکہ بعض دوسرے افراد پر بھی بعض اعتبار سے اختیار رکھتے ہیں ان کی ذمہ داری دُہری ہو جاتی ہے۔ ایک خود اپنی ذات کے بارے میں اور دوسری متعلقہ افراد کے تعلق سے۔ مثال کے طور پر والدین اپنی اولاد کی اصلاح و تربیت کے ذمہ دار ہیں، استاد اپنے شاگردوں کی اصلاح و تربیت کا ذمہ دار ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے۔

کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ

تم میں سے ہر ایک گلہ بان یعنی نگہبان ہے اور تم میں سے ہر ایک جوابدہ ہے اپنے گلہ کے بارے میں۔

اسلام معاشرے کی اصلاح کو دو دائروں میں بیان کرتا ہے۔ ایک انفرادی سطح پر اور دوسرے اجتماعی چنانچہ اگر ایک طرف انسان کے ذمہ خود اپنی اصلاح ہے تو دوسری طرف اس کے ذمہ معاشرہ کے دیگر افراد کی اصلاح کی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے۔ البتہ ایک خاص دائرہ میں یہ فریضہ مسلمانوں کے ایک گروہ کے سپرد ہے کہ وہ "داعی الی الخیر" بن کر لوگوں کو خیر خواہی کے جذبہ کے ساتھ ان کی اصلاح و تربیت کے کام میں مشغول رہیں۔

اسلام توحید و رسالت اور عقیدۂ آخرت کو اصلاح معاشرہ کے لئے سنگ بنیاد کی حیثیت دیتا ہے خاص طور پر عقیدۂ آخرت انسان کے دنیاوی اعمال و افعال پر جس طرح اثر انداز ہوتا ہے اس کا مقابلہ کوئی اور نظریہ یا عقیدہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:۔

"من عمل صالحاً فلنفسہ ومن اساء فعلیہا"

جس نے نیک کام کیا تو اس کا فائدہ اس کے اپنے لئے ہے اور جس کسی نے برائی کی وہ خود اس کے آگے آئیگی

آخرت پر ایمان انسان کی سیرت و کردار کی تشکیل کی بنیاد اور اصلاح معاشرہ کے لئے تریاق کا کام کرتا ہے۔ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ جن لوگوں کے لئے صرف یہی دنیا اصل مقصود ہے اور ان کے پاس آخرت کا کوئی تصور موجود نہیں ع

بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

کے مصداق وہ اس چند روزہ حیات کو اپنا سب کچھ سمجھتے ہیں۔ آخرت کی جزاء وسزا کا کوئی تصور ان کے یہاں موجود نہیں۔ وہ جھوٹ اور سچ، حرام اور حلال کی تفریق کو اپنے شب و روز کے عیش و آرام میں خلل انداز ہوتے دیکھیں تو ان کو معاشرتی برائیوں اور اخلاقی جرائم کے ارتکاب سے باز رکھنے والی کوئی شئے نظر نہیں آتی اور اگر وہ کسی وقت ان برائیوں اور جرائم کے ارتکاب سے رُکے رہتے ہیں تو ایسا حکومت کے تحریری قوانین یا سوسائٹی کے اخلاقی دباؤ کے تحت ہوتا ہے لیکن ع

چوں بخلوت می روند آں کار دیگر می کنند

خلوتوں اور رازدارانہ طریقوں پر جہاں حکومت اور پولیس کا انہیں کوئی خدشہ نہیں، انہیں کوئی سا امر مجبور کر سکتا ہے کہ وہ اپنے عیش و آرام اور مالی مفادات اور مادی منافع کو چھوڑ کر اخلاقی قدروں اور ضابطوں کی پابندی قبول کریں۔ وہ صرف عقیدۂ آخرت اور اللہ کا خوف ہی ہو سکتا ہے۔ جو انسان کو اس کے ظاہر و باطن میں یکساں اخلاقی عمل اختیار کرنے پر اس کے قلب وضمیر کو ہمہ وقت آمادہ و تیار رکھتا ہے۔

اس کیفیت کو اس مثال سے یوں سمجھئے کہ ایک شخص تن تنہا ایک جنگل میں جا رہا ہے کہ راستے میں اسے ایک تھیلی پڑی ملتی ہے وہ اٹھا لیتا ہے کھول کر دیکھتا ہے کہ وہ تھیلی کرنسی نوٹوں سے بھری ہوئی ہے۔ اس کے آس پاس کوئی فرد بشر موجود نہیں جو اس فعل کا گواہ ہو۔ تھیلی پر مالک کا پتہ بھی لکھا ہے۔ لیکن وہ خدا فراموش شخص اس تھیلی کو اٹھا کر خوشی خوشی اپنے گھر لے جاتا ہے اور خوب گل چھرے اڑاتا ہے اس کے برخلاف عقیدۂ آخرت پر ایمان رکھنے والا شخص جو اس بات سے اچھی طرح واقف ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام کاموں سے واقف ہے وہ ہماری تمام حرکات و سکنات کو دیکھ رہا ہے۔ اس نے ہمارے تمام افعال کے لکھنے کے لئے "کراماً کاتبین" مقرر کر رکھے ہیں جو ہمارے ہر عمل کو لکھ رہے ہیں ایسا شخص یا تو اس تھیلی کو وہیں پڑا رہنے دے گا یا اس کے مالک کو تلاش کر کے اس تک اس تھیلی کو پہنچا دے گا۔ یا حکومت کے پاس جمع کرا دے گا۔ ان دونوں اشخاص کے درمیان نقطۂ امتیاز صرف عقیدۂ آخرت پر کامل ایمان ہے۔ یہی وہ عقیدہ تھا جس پر پوری طرح عمل کرنے سے اسلام کے ابتدائی دور میں ایسا پاکیزہ معاشرہ وجود میں آیا کہ لوگ مسلمانوں کی صورتیں اور چال چلن دیکھ کر دل و جان سے اسلام کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔

اسلام معاشرے کی اصلاح کے لئے علم دین کو عام کرنے پر خاص زور دیتا ہے کیونکہ دین کا اصل مقصد بندہ اور اللہ کے درمیان تعلق کو صحیح بنیادوں پر قائم کرنا ہے جس پر انسان کی عملی زندگی کے استحکام کا دار و مدار ہے۔ اسلام صحیح سمت میں دل میں جذبہ عمل کو بیدار کر کے یہ احساس اجاگر کرتا ہے کہ وہ اچھے اعمال کرے۔ معاشرے کے دوسرے افراد کو تکلیف نہ پہنچائے۔ دوسروں کے حقوق غصب نہ کرے۔ دوسروں کے حقوق غصب کرنے کے لئے جھوٹے مقدمے دائر نہ کرے۔ جھوٹی گواہی نہ دے۔ اللہ اور اس کے رسول برحق کے فرمان کے خلاف حرام مال کھانے میں نہ لگے۔ دنیا کے ذلیل اور پست مقاصد کے حصول کے لئے شریعت کے خلاف طریقے اختیار نہ کرے۔

اسلام ایمان و عمل کو لازم و ملزوم قرار دیتا ہے۔ ایمان قلب سے شروع ہوتا ہے اور ظاہر عمل پر پہنچ کر مکمل ہوتا ہے ورنہ ناقص رہتا ہے۔ ایمان و عمل کا یہ التزام معاشرے کی پاکیزگی کا ضامن ہوتا ہے۔

اور یوں بھی یہ بات ماہرین عمرانیات اور نفسیات کے نزدیک مسلّم ہے کہ انسان کے افعال و اعمال کا اصل محرک اس کے خیالات ہوتے ہیں۔ اگر خیالات صالح ہیں تو ان کے زیر اثر جو افعال سرزد ہوں گے وہ بھی نیک اور صالح ہوں گے۔ اور اگر خیالات برے اور فاسد ہوں گے تو افعال اور اعمال بھی برائی آور ہوں گے۔ اور اگر یہ بات بھی ہم سب کو تسلیم ہے کہ خیالات کا مبدا اور سرچشمہ دراصل اس کے عقائد ہوتے ہیں۔ جن کے تحت اس کے خیالات و تصورات تشکیل پاتے ہیں۔ اب اگر عقیدہ صالح اور ہمہ گیر ہو تو اس کی زندگی کے افعال و اعمال اس کے زیر اثر وقوع پذیر ہوں گے۔

ایمان کا بنیادی نکتہ اللہ کے وجود کو اس کی تمام صفات کے ساتھ تسلیم کرنا۔ احکم الحاکمین ماننا اور پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا کا آخری پیغمبر ماننا اور عملاً آپ کے دین کو اپنی ساری زندگی میں جاری و ساری کرنا ہے۔ اللہ کو احکم الحاکمین ماننے والا شخص کسی کے آگے سر نہیں جھکاتا۔ اللہ کو قادر و مطلق ماننے والا شخص کسی شخص کو نفع و ضرر کا مالک نہیں سمجھتا۔ اللہ کو رزاق حقیقی ماننے والا شخص یقین رکھتا ہے کہ دنیا میں کوئی ذی روح ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو۔ ایمان کے تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سچا اور آخری نبیؐ ماننے والا آپ کو ایک ماڈل اور نمونہ سمجھتا ہے اور اپنی زندگی آپ ہی کے بتائے ہوئے طریقہ پر گذار کر دنیاوی برکات و حسنات حاصل کرتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی قائم کردہ نماز کو قائم کرنا۔ صفائی۔ طہارت پاکیزگی اور وقت کی قدر و پابندی کے علاوہ ماسوا اللہ ہر ایک کی عبادت و بندگی کی نفی کرتا ہے۔ زکوٰۃ کے نظام کو اپنا کر حب مال کے مرض میں مبتلا نہیں ہوتا۔ باہمی ہمدردی اور ضرورت مندوں کی مدد کے جذبہ عمل کو پروان چڑھاتا ہے اور روزہ دوسروں کی غربت اور بھوک کا احساس دلاتا ہے اور ایمان کی سب سے بڑی برکت یہ ہے کہ ایمان کامل انسان کو اس دنیاوی زندگی میں معصیت و گناہ سے بچاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جو شخص گناہ و معصیت

سے بچتا ہے اس کی یہ دنیاوی زندگی امن و عافیت کا گہوارہ ہوتی ہے اور دنیا میں انسانی زندگی کے لئے جو مضر چیزیں ہیں وہ ان سے محفوظ رہتا ہے اور اللہ کی قائم کردہ حلال و حرام کی حدوں کو قائم رکھ کر اس دنیا میں نفس مطمئنہ حاصل کرتا ہے۔ وہ ایمان کی روشنی میں زندگی کی کٹھن راہوں پر صبر و استقلال کے ساتھ چلنے کا سبق سیکھتا ہے کیونکہ اس کا ایمان ہوتا ہے کہ اس دنیا کی ناظم حقیقی اللہ کی ذات ہے جس کی مشیت کے بغیر اس دنیا کا کوئی ذرہ بھی حرکت نہیں کر سکتا۔ وہ راضی برضائے الٰہی ہو کر زندگی گذارنے کا سلیقہ جان جاتا ہے اور اس دنیاوی زندگی سے بیزاری یا محرومی کا احساس اسے جادۂ مستقیم سے نہیں ہٹا سکتا۔

ایک صاحب ایمان و ادراک شخص جنگ و امن، معیشت و سیاست اور تعلیم و ثقافت کے بارے میں سارے فیصلے ایمان کی روشنی میں کرتا ہے۔ آخرت میں جواب دہی کا تصور اسے دنیا میں انسانوں کے حقوق غصب کرنے سے روکتا ہے۔ اگر عقیدۂ آخرت نہ ہو اور جزا و سزا پر ایمان نہ ہو تو محض دنیاوی قوانین انسانوں کو باہم متحد اور ان میں اخوت و ہمدردی پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ انسانیت کی عالمگیر فلاح ہی ایمان پر ہے۔ ایمان ہی کے ذریعے انسان کو اپنی ہستی اور اس کے مقام کا صحیح ادراک حاصل ہوتا ہے اور اس کے مقصد وجود اور دائرہ کار کا تعین ہوتا ہے جس پر عمل پیرا ہو کر اس پر نہ صرف دنیاوی برکات کا دروازہ کھل جاتا ہے بلکہ ایسے ہی بندوں کے لئے قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:۔

یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی، وادخلی جنتی

اے نفس مطمئنہ! تو اپنے رب کی طرف راضی برضا ہو کر رجوع کر۔ اور میرے بندوں میں شامل ہو کر میری جنت میں داخل ہو جا۔

(پارہ ۳۰۔ سورہ فجر آیت ۲۷)

اصلاح معاشرہ کے لئے اسلام جس چیز پر زیادہ زور دیتا ہے وہ قول و فعل میں توافق (موافقت) و مطابقت ہے۔ فی زمانہ ہمارے یہاں اصلاح معاشرہ کی جو کوششیں کی جاتی ہیں ان کی ناکامی یا بہت کم کامیابی کی ایک خاص وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہمارے قول و فعل میں مطابقت نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کو قرآن حکیم تنبیہ کرتا ہے کہ تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے۔ یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:۔

یا ایہا الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیراً منہم ولا نساء من النساء عسیٰ ان یکن خیراً منہن

اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں

ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب　　اور اپنے مسلمان بھائی کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا برا نام رکھو۔

اصلاح معاشرہ کے لیے ایک اور اصول قرآن حکیم میں یہ بیان ہوتا ہے کہ لوگوں کو خیر خواہی کے جذبہ اور موعظۃ حسنۃ (اچھی نصیحت) کے ساتھ سمجھاؤ۔ انہیں اصلاح حال کی طرف راغب اور متوجہ کرنے کے لیے ان کے ساتھ اچھے طریقے پر دلیلیں قائم کرو۔ اور بحث کرو۔ کیونکہ کج بحثی اور کٹ حجتی سے بجائے فائدہ پہنچنے کے الٹا نقصان پہنچ جاتا ہے۔

قرآن حکیم میں ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے :۔

"لا تزکوا انفسکم"۔ "اپنے آپ پر نہ اتراؤ" کہ بڑے متقی اور پرہیز گار ہیں۔ بڑے مصلح اور ہدایت یافتہ ہیں بلکہ خود اپنے آپ کو بھی خیر کا محتاج سمجھنا چاہیئے۔ اور اپنے نفس کو بھی خیر کی تلقین کرتے رہنا چاہیئے۔ مبادا شیطان نفس کو غرور میں مبتلا کر دے اور خیر کی توفیق ہی سلب ہو جائے۔

مقصود یہ ہے کہ انفرادی اور اجتماعی ہر دو دائروں میں اصلاح معاشرہ کے کام میں مشغول رہا جائے۔ اس کے لئے اگر علیحدہ وقت نہ مل سکے تو جس کام اور پیشے کے متعلق ہے اس میں خیر و اصلاح کے پہلو نکال کر نیکیوں کو پھیلانا رہے۔ اللہ برکت دینے والا ہے۔ چنانچہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اصلاح معاشرہ کے لئے اگر ان قرآنی ہدایات پر عمل کیا جائے اور خود کو بھی لوگوں کے سامنے عملی نمونہ بنا کر پیش کیا جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کے اچھے اور مفید اثرات مرتب ہوں گے اور اصلاح معاشرہ کا کام مستحکم بنیاد اختیار کرے گا۔

ٹینڈر نوٹس

محکمہ سی اینڈ ڈبلیو کے منظور شدہ ٹھیکیداروں سے جنہوں نے رواں مالی سال ۸۲ء - ۸۳ء کے لئے تجدید فیس جمع کرائی ہو۔ مندرجہ ذیل کاموں کے لئے ٹینڈر مطلوب ہیں۔ ٹینڈر فارم اور بی او کیو ٹینڈر کھولنے سے ایک دن پہلے جاری کئے جائیں گے۔ اور اسی دن کال ڈیپازٹ بتلانے ضروری ہوگی۔ ورنہ ٹینڈر فارم ٹھیکیداروں کو نہیں دئے جائیں گے۔

افسر مجاز کسی ایک یا تمام ٹینڈروں کو بغیر وجہ بتائے مسترد کرنے کا حق محفوظ رکھتا ہے۔ زرضمانت صرف کال ڈیپازٹ کی صورت میں وصول کی جائے گی۔ دیگر قواعد و ضوابط اور مزید تفصیلات دفتر ہذا سے کسی بھی دن اوقات کار میں معلوم کی جا سکتی ہیں۔

نمبر شمار	کام کی نوعیت	تخمینہ لاگت	زرضمانت	ٹینڈر کھولنے کی تاریخ	کام مکمل کرنے کی میعاد
۱۔	ونڈری ڈسپنسری نظام پور میں کنواں بنانا	65,000/-	1,300/-	5-12-82	2 ماہ
۲۔	فوڈ گرین گودام نوشہرہ کی مرمت کا کام	160000/-	3,200/-	″	5 ″
۳۔	ضلع پشاور میں ۲۶ پھوار خانے بدلنا پھوار خانہ بھانہ ماڑی	95,000/-	1,900/-	″	3 ″
۴۔	رورل ہیلتھ سنٹر بٹ گرام میں انفرادی سڑک اور نالی وغیرہ بنانا۔	380,000/-	7,600/-	″	7 ″
۵۔	ضلع پشاور میں ۹ بیسک ہیلتھ یونٹ کی تعمیر بشمول ٹائپ VI کوارٹر ۲ عدد ٹائپ VII کوارٹر ایک عدد متعلقہ چاردیواری				
۱۔	بیسک ہیلتھ یونٹ چمکنی	45,0000/-	9,000/-	9-12-82	8 ″
۲۔	″ ″ ″ نصرتی	450000/-	9000/-	″	8 ″
۳۔	″ ″ ″ ماتی خیلہ	450000/-	9000/-	″	8 ″
۴۔	″ ″ ″ صالح خانہ	450000/-	9000/-	″	8 ″

دستخط۔ محمد علی ایگزیکٹو انجنیئر بلڈنگ ڈویژن۔ پشاور

INF (P) 3575

افکار و تاثرات

★ مشرک بدھسٹوں کا مسجد حرام میں داخلہ

★ روشنیہ ۔ بایزید اور الحق

★ حیات صوفیہ

★ اورنگزیب عالمگیر کے مدفن میں ایک علمی ادارہ

★ قارئین علمی تعاون فرمائیں

مشرک بدھسٹوں کا مسجد حرام میں داخلہ

★ تھائی لینڈ میں اسلامی جریدہ ماہنامہ المجاہد نے ستمبر اکتوبر ۱۹۸۲ء میں صفحہ ۱۴ پر لکھا ہے کہ بیت اللہ شریف میں سینکڑوں مشرکین داخل ہو گئے ہیں جو عموماً تھائی لینڈ کے بدھ مذہب سے تعلق رکھنے والے باشندے ہیں۔ ایڈیٹر صاحب نے لکھا ہے کہ میں نے جان پہچان والے مشرکین کو دیکھ کر حیران ہوا کہ یہ کیسے یہاں آئے ہیں۔ مگر انہوں نے مجھے اپنے پاسپورٹ دکھائے جن پر عمرہ اور حج کا ویزا لگا ہوا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ یہ ویزہ کیسے ملا۔ حالاں کہ آپ لوگ بدھ مذہب کے پیروکار ہیں۔ انہوں نے اعتراف کیا کہ ہم نے رشوت دے کر اپنے پاسپورٹ میں مذہب اسلام لکھایا اور رشوت کے بل پر تھائی لینڈ کے مفتی سیپرٹ محمد سے مسلمان ہونے کی گارنٹی لیٹر بھی حاصل کیا۔ اور پھر ان کے گارنٹی لیٹر سے سعودی عرب کے سفارت خانہ واقع بنکاک نے ہمیں ویزا جاری کیا۔

ہم الحق کی وساطت سے سعودی حکام سے عرض کرتے ہیں کہ حج وعمرہ کا ویزا جاری کرتے وقت مذہب سے متعلق خصوصی تحقیق کر کے ویزا لگائیں۔ اور تھائی لینڈ میں مفتی محمد سے محاسبہ کریں کہ ایسا غلط اقدام کیوں کیا ہے۔ اور حکومت تھائی لینڈ سے بھی پرزور احتجاج کریں۔

ایڈیٹر صاحب نے مزید لکھا ہے کہ حجاز مقدس میں غیر مسلم مصنوعی شراب پیتے دیکھے گئے ہیں جو وہ خود بناتے ہیں

(وقائع نگار خصوصی الحق مقیم تھائی لینڈ)

★ **تحریک روشنیہ بایزید اور الحق** | بایزید انصاری صوبہ سرحد کے متنازع فیہ شخصیت ہیں۔ ایک گروہ آپ کو پیر روشن ضمیر ملہم من اللہ اور کٹر موحد تصور کرتا ہے تو دوسرا فریق آپ کی باطنیت بدعقیدگی اور الحاد کا قائل ہے۔ اس اختلاف کی بنا پر عوام میں آپ پیر روشن اور پیر تاریک دونوں القاب سے ملقب ہیں۔

الحق میں آپ کے متعلق مضامین کی اشاعت سے کسی فریق کی دلجوئی یا دل شکنی مقصود نہیں۔ لیکن الحق میں مشاہیر سرحد کے متعلق مضامین مقالات اور تحقیقات کا سلسلہ کافی عرصہ سے جاری ہے۔ چونکہ بایزید انصاری کے ساتھ بھی صوبہ سرحد کا ایک دور اور ایک تحریک وابستہ ہے جس کو تاریخ میں تحریک روشنائی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس تحریک نے اس علاقے پر دور رس سیاسی، اعتقادی اور ثقافتی اثرات چھوڑے ہیں تو موصوف کا تذکرہ

الحق میں اس ذیل تحت آتا ہے۔

ڈاکٹر عبدالرشید صاحب نے فریقین کی آرار کا لحاظ کرتے ہوئے مضمون مرتب کیا پھر اس جواب اور جواب الجواب کا سلسلہ چل پڑا۔ اس بارہ میں فیصلہ اپنے معزز قارئین کی صوابدید پر چھوڑتے ہیں۔ تاہم اس قسم کے مقالات و مضامین سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (حافظ محمد ابراہیم فانی)

★ حیات صوفیہ | تلخیص نفحات الانس۔ تالیف۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس اللہ سرہٗ۔ تلخیص و ترجمہ محمد ادریس انصاری۔ اس کتاب میں چار صد ستر اکابر اولیار و صوفیہ کرام کی تعلیمات و حکایات، کرامات و نیز علم سلوک و تصوف کے مسائل پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ توحید کی حقیقت۔ رسالت کی انوکھی تشریح۔ ایمان کی حقیقت کے سمندر کو کوزے میں بند کردیا گیا ہے۔

اعلیٰ کاغذ عمدہ طباعت۔ صفحات ۴۰۰۔ قیمت ۵۵ روپے۔ ادارہ تبلیغ الاسلام صادق آباد ضلع رحیم یار خان

★ اورنگ زیب عالمگیرؒ کے مدفن میں ایک علمی ادارہ | آں جناب کی توجہ مدرسہ عربیہ کاشف العلوم (شہر اورنگ آباد) کی طرف مبذول کرانی مقصود ہے۔ جو شاہان مغلیہ کی آبرو اورنگ زیب عالمگیرؒ ایسے مومن و عادل فرماں روا کی تعمیر کردہ جامع مسجد (جو اپنی وسعت و عظمت اور نورانیت و روحانیت میں شاہد دلی کی شاہجہانی جامع مسجد اور بھوپال کی تاج المساجد سے کم نہیں) کے اطراف کے حجروں میں واقع ہے اور دارالعلوم ندوۃ العلمار لکھنو کے تابع اور تعلیم و تربیت میں اسی کے نقش قدم پر گامزن ہے اور عالم اسلام کے عظیم داعی و سپاہی اور مفکر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی زیر سرپرستی گذشتہ ۲۵ سالوں سے دین و ملت کی خدمت میں مصروف ہے۔

یہ ادارہ اورنگ آباد ایسے مرکزی شہر میں (جو اورنگ زیب کی توجہات کا مرکز اور ان کی آخری آرام گاہ کا علاقہ ہے) واقع ہونے، طلبہ کی کثرت، تعلیم و تربیت کی انفرادیت، قلب و نظر کی وسعت۔ دینی و عصری علوم کا سنگم۔ اساتذہ کی جانفشانی۔ علاقہ کے غیور مسلمانوں کی قربانی، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی توجہات اور اپنی گوناگوں خصوصیات کی وجہ سے جنوبی ہند کی عظیم مرکزی درس گاہ بن گیا ہے۔ اور اس علاقہ کے دوسرے مدارس و مکاتب، تعلیمی و فکری اداروں اور دینی سرگرمیوں کی قیادت و راہنمائی کی خدمت بھی پوری لیاقت اور استحقاق کے ساتھ انجام دے رہا ہے۔

طلبہ کی فکری و علمی اور صالح و باشعور تربیت کے سلسلہ میں عالم عربی اور عالم اسلامی کے اہم اسلام پسند اخبارات و رسائل کو منگوانے کی ایک کوشش عرصہ سے جاری ہے خدائے پاک کی توفیق اور خاصان خدا کی توجہات اور دعاؤں کی برکت سے یہ کوشش توقع سے زیادہ کامیاب ثابت ہوئی۔

(مولانا ریاض الدین فاروقی ندوی۔ کاشف العلوم اورنگ آباد مہاراشٹر انڈیا)

★ قارئین علمی تعاون فرمائیں | حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بالاکوٹی رحمہ اللہ تعالیٰ نے زندگی کا طویل عرصہ جامع مسجد انارکلی لاہور میں گذارا۔ اس کے ساتھ ہی وہ ہر قومی اور ملی تحریک میں مردانہ وار شریک رہے۔ ہر قسم کے مستحق دینی طلبہ کی تعلیم اور معاشی کفالت میں بھی انہوں نے بھرپور کردار ادا کیا۔ مولانا مرحوم نے ۱۱ر فروری ۱۹۸۲ء کو وفات پائی۔ ہماری خواہش ہے کہ ان کی زندگی کے متعلق آپ جو کچھ جانتے ہیں ازراہ نوازش اس سے تحریراً مطلع فرمائیے۔ تاکہ ان کی حیات مستعار کے شب و روز کی داستان مرتب ہو سکے۔

میاں عبدالرحمن فرزند مولانا مرحوم۔ جامع مسجد نیو انارکلی گلی ۱۶۱۔ لاہور

★ علم کے بارہ میں آپ کی پرمغز تقریر پڑھنے کو ملی لطف آگیا۔ اس تقریر میں امریکی خلاباز اسلام کے واقعہ کا ذکر ہے یہ واقعہ جہاں سے اخذ کیا گیا ہے براہ کرم اس سے مطلع فرمائیں (محمد دین شعبۂ اسلامیات پشاور یونیورسٹی)

الحق:۔ یہ واقعہ انڈیا کے مشہور مجلہ معارف اعظم گڈھ یوپی کے مدیر جناب صباح الدین عبدالرحمان نے معارف کے اداریہ میں نقل کیا ہے۔ مزید تحقیق کے لئے ان سے مراجعت فرمائی جائے۔

★ اہل بدعت کی دبئی ایرپورٹ سے واپسی ہوئی۔ الحمدللہ ہماری جماعت رجسٹرڈ ہو گئی ہے اہل بدعت کے ترجمہ پر پابندی کی خبر بھی آپ کو ہو چکی ہو گی۔ ہم تعاقب اور مسلک اہل سنت کی اشاعت میں مصروف ہیں۔

اشتیاق حسین عثمانی جمعیۃ اہلسنت والجماعت۔ ابوظہبی

★ ایران دوسرا اسرائیل اور اسرائیل سابق کا چہیتا فرزند ہونے کے علاوہ روس کا غلام ہے روس اور ایران کے لئے بلوچستان مانگنے کے درپے ہے۔ آپ حضرات کا بہت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے (مولانا محمد اسحاق سندیلوی کراچی)

★ ماہنامہ الحق ہمارے اخوت دینیہ کا دوبارہ جوڑنے کا ایک سنہری موقع فراہم کر رہا ہے۔ ہمارے ہاں وفاق المدارس بنگلہ دیش نے مدارس کے ربط و نظم جوش و خروش سے شروع کر دیا ہے۔

(محمد عبدالجبار۔ دفتر وفاق المدارس۔ فرید آباد ڈھاکہ۔ بنگلہ دیش)

★ ۱۰ر مارچ ۸۲ء کے مشرق اخبار میں امین احسن اصلاحی کا رجم کے بارہ میں مضمون دل آزار ہے۔ حضرت ماعزؓ جیسے صحابی کے بارہ میں ان کا نظریہ نہایت افسوسناک اور دشمنان صحابہ کو موقع کرتا ہے۔ (قاضی عبدالسلام شمشی خان دیر)

★ کتاب سیرت سیدالمرسلین کے بارہ میں صدر پاکستان کے جواب میں آپ کا جواب با صواب نظر سے گذرا۔ جزاکم اللہ۔ جناب نے حقیقت میں مسلک حقہ کا حق ادا کیا ہے۔ عبدالمجید کھروڑپکا۔ ملتان

★ الحق علمی مضامین کے اعتبار سے الحمدللہ ملک کا واحد پرچہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو مزید ترقی عطا فرمائیں۔

(مولانا عبدالشکور کشمیری نعمان پورہ۔ آزاد کشمیر)

★ الحق موصول ہوتے ہی دل خوشی سے جھوم اٹھتا ہے۔ انجمن طلبہ مدرسۃ الاصلاح آپ کا شکر گذار ہے۔

محمد انصاری اعظمی مدرسۃ الاصلاح سرائے میر۔ انڈیا

مولانا عبدالقیوم حقانی

دارالعلوم کے شب و روز

دارالحفظ والتجوید کی انعامی تقریب | محرم کے آخری ہفتہ میں دارالحفظ والتجوید میں درجہ حفظ و قرأت کے طلبہ کی تربیتی و اصلاحی تقریب منعقد ہوئی۔ جس میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ اور اکابر اساتذہ اور طلبہ نے شرکت کی۔ طلبہ کے حفظ و قرأت تجوید، علمی مذاکروں اور عربی گفتگو اور تقاریر تمام حاضرین کے لئے حد درجہ دلچسپ اور موجب حیرت تھی۔ حضرت شیخ الحدیث نے اس درجہ کے اساتذہ مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب۔ قاری محمد سلیمان صاحب۔ قاری جمیل الرحمن صاحب اور قاری علی الرحمن صاحب کی حسن کارکردگی اور طلبہ کے ساتھ زبردست محنت پر اطمینان کا اظہار فرمایا۔ اور دل سے دعا کی۔ اور اعلیٰ درجہ پر فائز ہونے والے طلبہ کو دارالعلوم کی طرف سے بطور انعام کتابیں دی گئیں۔

عطیہ کتب | علاقہ خٹک کی ایک معروف ادبی و علمی شخصیت جناب محمد نواز خان خٹک شیدو حال صادق آباد مردان عرصہ سے علیل ہیں۔ جو پشتو ادب اور شعر و شاعری کا اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ موصوف نے نادر کتابوں رسائل و مجلات پر مشتمل اپنے کتب خانے کا ایک اہم حصہ وقف دارالعلوم کر دیا ہے۔ جس میں مولانا آزاد کی الہلال جیسی نایاب فائل بھی شامل ہے۔ موصوف کی خواہش پر مولانا سمیع الحق صاحب خود ان کتابوں کی وصولی کے لئے ان کے دولت کدہ پر گئے اور انہوں نے اپنے دل کے یہ سرمایہ آئندہ کی حفاظت اور صدقہ جاریہ کے خیال سے ان کے حوالہ کئے اس علم دوستی کا اللہ تعالیٰ خٹک صاحب کو اجر عطا فرمائیں۔

مولانا عبدالحلیم اور مولانا مصطفےٰ احسن کی علالت | دارالعلوم کے ایک بزرگ استاذ مولانا عبدالحلیم مدظلہ استاد حدیث دارالعلوم حقانیہ بوجہ علالت اوائل ذی الحجہ میں بغرض علاج کراچی تشریف لے گئے تھے اور تقریباً دو ماہ وہیں ہسپتال میں زیر علاج رہے اب واپس گھر تشریف لائے ہیں اور دارالعلوم کے ایک دوسرے استاذ مولانا مصطفیٰ احسن صاحب بھی عرصہ چار ماہ سے صاحب فراش ہیں معدے کا اپریشن زیر تجویز ہے قارئین کرام سے ہر دو اساتذہ کے لئے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

مدیر الحق کی مصروفیت | اسلامی نظام کے پیش رفت کے سلسلہ میں مولانا نے وفاقی کونسل (مجلس شوریٰ) کے پہلے اجلاس میں ان ہی کی قرارداد سے قائم کی جانے والی کمیٹی میں شرکت کی اور ۱۳ر نومبر سے ۱۶ر نومبر تک اسلام آباد میں اجلاسوں میں مصروف رہے۔

سہ ماہی امتحانات | صفر کے پہلے ہفتہ میں دارالعلوم حقانیہ کے سہ ماہی تحریری و تقریری امتحانات ہوئے جو ہفتہ بھر جاری رہے۔

اے زائرِ بیت الحرم خوش آمدی !!

(۱۱؍ اکتوبر ۱۹۸۲ء کو مولانا کی واپسی پر دار الحدیث ہال کے استقبالیہ تقریب میں سنایا گیا)

حجِ بیت اللہ سے واپسی پر حضرت الاستاذ مولانا سمیع الحق صاحب کو جذباتِ سپاس و تبریک

مرحبا اے زائرِ بیت الحرم خوش آمدی — مرحبا اے اوستادِ محترم خوش آمدی

مرحبا از مسکنِ محبوبِ ربّ العالمینؐ — مرحبا از مدفنِ محبوبِ ربّ العالمینؐ

مرحبا از مولدِ شمس الہدیٰ بدر الدجیٰ — مرحبا از مرقدِ خیر الوریٰ صدر العلیٰ

مرحبا اے نورِ چشمِ شیخ و مولانائے ما — حجِّ تو مبرور افتد بر درِ مولائے ما

مرحبا خوش آمدی از مہبطِ روح الامینؑ — از حریمِ مکّہ و از وادیِ بطحائے ما

مرحبا از روضۂ ختم الرسلؐ محبوبِ کل — وز ریاضِ رشکِ جنّت جنّۃ الماوائے ما

مرحبا از کوئے آں یارے نگارے خوشترے — آں حبیبے آں طبیبِ جملہ علتہائے ما

مرحبا از جلوہ زارِ کعبہ و اُمّ القُریٰ — آں خنک شہرے کہ بروے جان و دل شیدائے ما

رحم کن مولا بفانیؔ عاجز و بے چارہ — بر طفیلِ مصطفےٰ آں شاہدِ زیبائے ما

مرحبا از مورِدِ شمس الہدیٰ بدر الدجیٰ — مرحبا از مسجدِ خیر الوریٰ صدر العلیٰ

مرحبا از گلشنِ محبوبِ ربّ العالمینؐ — مرحبا از موطنِ محبوبِ ربّ العالمینؐ

مرحبا اے صاحبِ معجز قلم خوش آمدی
از دیارِ سیّدِ فخرِ اُممؐ خوش آمدی

ہدیۂ تبریک منجانب حافظ محمد ابراہیم فانیؔ ۔ مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ۔ ۱۱؍ اکتوبر ۱۹۸۲ء

مولانا عبدالقیوم حقانی

تعارف و تبصرہ کتب

احکام القرآن للجصاص (تین جلدوں میں) پتہ۔ سہیل اکیڈمی۔ محمد علی امین مارکیٹ۔ چوک اردو بازار۔ لاہور

"تاریخ اسلام میں جن اہم کتابوں نے مسلمانوں کے دل و دماغ۔ علم و تفقہ اور تعلیمی ارتقاء پر سب سے زیادہ گہرا اثر ڈالا ہے۔ اور جن سے اسلامی حلقے طویل عرصے تک متاثر رہے ہیں ان میں الامام حجۃ الاسلام ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص کی شہرہ آفاق تصنیف احکام القرآن کو ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔ اس کتاب میں مصنفؒ نے ان تمام احکام فقہیہ کو جو قرآن مجید کی آیات سے مستنبط ہوتے ہیں نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ تفاسیر فقہ اور دیگر کئی اہم علمی مباحث میں امام جصاصؒ کی احکام القرآن کو ماخذ کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ امام العصر محدث کبیر علامہ انور شاہ کشمیریؒ احکام القرآن کے بعد فرمایا کرتے

" امام جصاصؒ کو خدا تعالیٰ جزائے خیر سے نوازے کہ دل ٹھنڈا کر دیتے ہیں۔"

شمس الائمہ سرخسیؒ اور دوسرے جلیل القدر فقہا اپنی تصنیفات میں بڑے احترام اور عظمت سے اُن کا نام لیتے ہیں تحقیق و استناد اور کتاب و سنت سے مطابقت کے لحاظ سے یہ کتاب جس قدر جامعیت اور زبردست معنوی خوبیوں کی حامل ہے سہیل اکیڈمی نے اتنی ہی کتابت، طباعت خوشنما اور مضبوط جلد بندی اور دیگر کئی ظاہری محاسن سے مالا مال کر دیا ہے۔ سالہا سال کی مسلسل شبانہ روز محنت، ایک ایک لفظ کو طبیڈ کے ساتھ صاف اور قلم کے ساتھ اجاگر کر کے کتابت و طباعت کا اعلیٰ مرقع بنا دینا سہیل اکیڈمی کی مثالی روایت بن گئی ہے۔ یہ کتاب اس لحاظ سے دنیا بھر میں شائع ہونے والے تمام ایڈیشنوں سے اعلیٰ اور معیاری ہے۔

سہیل اکیڈمی اس قدر اعلیٰ علمی نوادرات کی اشاعت پر پوری ملت بالخصوص علمی حلقوں کی طرف سے شکریہ اور زبردست حوصلہ افزائی کی مستحق ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس سے قبل بھی تو علامہ عبدالحی لکھنویؒ کی السعایہ اور شیخ ابراہیم الحلبی الحنفی کی شرح کبیر اور دیگر کئی اہم ترین کتابوں کی عمدہ کتابت و طباعت اور معیاری اشاعت سہیل اکیڈمی ہی کی مرہون منت ہے۔

اختلاف امت اور صراطِ مستقیم (حصہ دوم) تصنیف مولانا محمد یوسف لدھیانوی۔ صفحات ۲۴۰ قیمت ۱۶ روپے۔ پتہ۔ ماہنامہ "بینات" علامہ بنوری ٹاؤن۔ کراچی ۵

ماہنامہ بیّنات نے متعدد خصوصی اشاعتیں بھی نکالی ہیں جو علمی حلقوں میں حد درجہ مقبول ہوئی ہیں۔ بالخصوص نامہ محمد یوسف بنوری نمبر" اہل علم حضرات کے لئے ایک گراں بہا تحفہ اور ایک علمی انسائیکلوپیڈیا ہے اس کے علاوہ بم کی شرعی حیثیت" نے بھی وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کر دیا۔

مگر ملّت اسلامیہ کے موجودہ تشتت و انتشار اور افتراق، بالخصوص پاکستان میں فرقہ وارانہ ذہنیت کے بیش فرقہ بازی اور دھڑے بندی سے جس قدر" الدین" کو نقصان پہنچایا جا رہا ہے عام سادہ لوح مسلمانوں بلکہ خواص تک " فرقہ وارانہ قیل وقال" سے " راہ حق" کو شکوک وشبہات کے پردوں میں گم کیا جا رہا ہے۔ ایسے حالات میں اس ی شدید ضرورت تھی کہ" صراط مستقیم" سے شکوک وشبہات کی گرد وغبار کو دور کر کے ملک وملت کو" اعتصام باللہ" کی ین کی جائے اور لوگ جن فروعی مسائل کو اصل سمجھ کر آپس میں الجھ رہے ہیں ان مسائل کی شرعی حیثیت اور آپس اختلافات کے انجام بد سے آگاہ کیا جائے۔

الحمدللہ کہ اس ضرورت کو بینات کی خصوصی اشاعت" اختلاف امت اور صراط مستقیم" (حصہ اول) نے صد درجہ سن طریقہ سے پورا کر دیا ہے۔ جس نے اپنے اعتدال اور صحیح رہنمائی کی بنا پر ملک کے ہر طبقہ سے خراج تحسین وصول کیا ہے بصرہ کتاب اسی خصوصی اشاعت کا دوسرا حصہ ہے جو حصہ اول کی تمام خوبیوں کا جامع ہے اس میں بھی فروعی مسائل میں ہت اختلاف کی وضاحت کے ساتھ ساتھ مسلک اعتدال کی نشاندہی، فاتحہ خلف الامام، آمین بالجہر، رفع یدین، یع الاذان، افراد اقامت، تکبیرات عیدین، سجدہ سہو، مسائل وتر، نماز جنازہ۔ جمع فی القرآن جیسے مسائل میں احناف سوقف کی مدلل تشریح کی گئی ہے۔ دونوں حصے ہر خاص وعام اور معمولی لکھے پڑھے سے لے کر علماء تک اور ہر طبقہ کے یکساں طور پر مفید ہیں۔
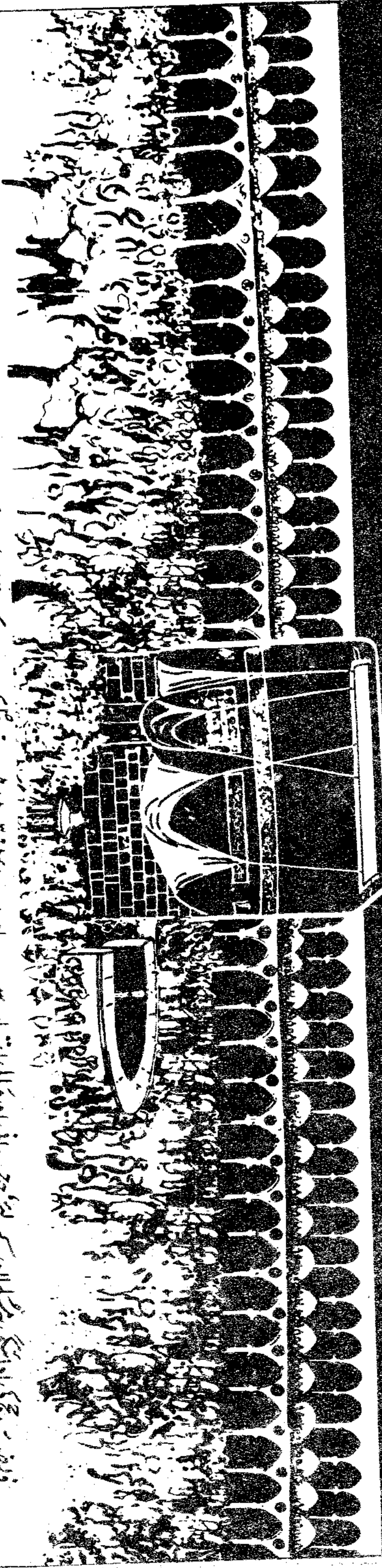
مرحبا۔ مقدّس سرزمین آپکو خوش آمدید کہتی ہے
فریضۂ حج کی ادائیگی ہر مسلمان کے لئے، جو جسمانی اور مالی اعتبار سے
اس مقدّس سفر کا اہل ہو، لازمی ہے۔
لیکن حج کا وقت معیّن ہے۔ عمرہ، چھوٹے حج کی سعادت سال کے باقی
عرصہ میں حسبِ خواہش حاصل کی جاسکتی ہے۔ سفرِ عمرہ کے دوران
میں آپ مکّۂ معظمہ اور اس کے جوار میں مقاماتِ مقدسہ کی
زیارت زیادہ سہولت کے ساتھ بار بار کرسکتے ہیں۔
اور مدینۂ منوّرہ میں مسجدِ نبوی ﷺ کی زیارت سکونِ قلب کا سرچشمہ ہے۔
آیئے۔ ہم آپ کو سفرِ عمرہ و زیارت کے لئے مقدس ماحول میں جدّہ لئے
چلتے ہیں۔ جو مکّۂ معظمہ کی دہلیز ہے اور جدہ سے مدینۂ منوّرہ کی
مسافت صرف پچاس منٹ کی پرواز سے طے ہوتی ہے۔
کراچی سے جدّہ روزانہ پروازیں اسلام آباد سے جدّہ ہر پیر اور جمعرات کے دن
ہمارے دفاتر:
کراچی: سعودیہ بلڈنگ، اسٹریچن روڈ۔ فون: ۵۱۳۱۲۲ - ۵۱۵ - ۲۵
سعودیہ کارگو، کراچی ایرپورٹ۔ فون: ۴۸-۸۹۵ - ۴۸۱۲۲۱ - ۴۸۱۷۱۳
جی ایس اے کارگو پاک عرب انٹرپرائزز۔ فون: ۴۳۸۱۰۹ - ۴۳۸۱۱۹
لاہور: ہوٹل انڈس، شارع قائداعظم۔ فون: ۳۰۵۴۱۱ - ۳ - ۳ - ۴
اسلام آباد۔ عالی پلازا ۳۴، ویسٹ ہاف بلو ایریا۔ فون: ۲۴۴۵۱ - ۲ - ۳
حیدرآباد۔ جی ایس اے۔ پاک عرب انٹرپرائزز۔ فون: ۲۳۷۶۸
یا ایاٹا کی منظور شدہ کسی ٹریول ایجنسی سے رجوع کریں۔
السعودية
سعودی عرب ایرلائنز
رکن ایاٹا
ہماری دنیا آپ کے لئے چشم براہ ہے
اسلام آباد
ظہران
ریاض
جدّہ